RNI No. - MAHURD/2011/49433

اھلُ السُّنَّة

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

اپریل ۲۰۲۶ء | April 2026

- دعائے شب قدر ”اللّٰھُمَّ إنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ“ کی تحقیق (قسط ثانی)
- ماہ شوال کے روزے: مختصر احکام ومسائل
- نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت (قسط: اول)
- خاندان میں شادی کرنے کے فوائد

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
نائب ایڈیٹر: آفاق احمد سنابلی مدنی

ماہنامہ

Vol: 15 | Issue : 04 | Urdu-Monthly | Mumbai | April 2026 | Page 52 | Price: 40/-

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

انتخاب وترتیب: ابوالبیان رفعتؔ سلفی **کلام:** عبدالرؤف حیرتؔ بستوی رحمہ اللہ

سلسلۂ کلام: شعراءِ اہلِ حدیث ہند(۹) **شاعر کا مختصر تعارف:**

نام ونسب: عبدالرؤف حیرت بستوی بن الحاج حکمد ار سلمانی رحمہ اللہ۔ **قلمی نام:** حیرتؔ بستوی۔

تاریخ پیدائش: ۶/اکتوبر ۱۹۳۱ء انتری بازار سدھارتھ نگر یوپی۔ **تاریخ وفات:** ۲۹/دسمبر ۱۹۸۹ء

تعلیمی لیاقت: ایم اے اردو، گورکھپور یونیورسٹی ۱۹۷۱ء۔ **مجموعۂ کلام:** نغمہء کہکشاں، شائع کردہ: دارالادب انتری بازار سدھارتھ نگر یوپی۔ سن اشاعت: ۱۹۹۹ء

ثنائے رَبِّ عُلَا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه
بنائے ارض و سما لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ضیائے غارِ حرا اَلا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
ندائے کوہ ِ صفا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

ازل سے مجد و شرف کی عظیم چوٹی پر
ہوا ہے جلوہ نُما لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

بلا سُتوں ہی درخشاں ہے گنبد گردوں
کمالِ ہوش رُبا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

نظام ِشام و سحر ، مہر و ماہ کے جلوے
پڑھائے درسِ ہُدیٰ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

خط بہار سے اوراقِ گُل پہ قدرت نے
سجا سجا کے لکھا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

صبا کے رتھ پہ بہ صد احترام گلشن میں
شمیمِ گُل نے کہا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جگر کے زخم پہ مرہم سُکوں کا رکھتا ہے
بھلائیں کیسے بھلا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

عطا کرے ہے مریضانِ دل شکستہ کو
سرورِ جامِ شِفا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

بہشت دے کے خریدا ہے مال وجاں اس نے
عجب ہے اس کی رضا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

بقا کا ربطِ مسلسل ہے ذاتِ باری سے
فَنا ہے سب پہ فِدا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

وہ کارساز ہے، مُنعم ہے غیر کے در پر
کبھی نہ بھول کے جا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جمال رُوحِ ادب حُسنِ فکر ِحیرتؔ کا
فروغ شہرِ نوا، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه

Ahlus Sunnah

Volume No.15, Issue No.04, April, 2026

ماہنامہ

اپریل سنہ ۲۰۲۶ء

جلد: ۱۵	فی شمارہ Rs. 40/-
شمارہ: ۴	سالانہ Rs. 400/-

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمة

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی   نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: ابوفوزان کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : آفاق احمد سنابلی مدنی
رابطہ نمبر: 7045788251

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی ● حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at : Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400 013.

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اهل السنة
Ahl Us Sunnah

April 2026 | اپریل ۲۰۲۶ء

فہرست

محرم کے لئے کون سے کپڑے پہننا درست نہیں	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	5
دعائے شب قدر "اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق (قسط ثانی)	کفایت اللہ سنابلی	7
ماہ شوال کے روزے: مختصر احکام و مسائل	سفیان احمد ریاض الدین سلفی	12
علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	18
نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت (قسط: اول)	محمد مصطفیٰ کعبی ازہری	24
شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ (قسط: ۱۹)	ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی	29
خاندان میں شادی کرنے کے فوائد	ابو عفیفہ فرقان جمیل رحمانی	37
شیخ عبد الرزاق البدر حفظہ اللہ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد (قسط: اول)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	41
معاشرے میں بے نمازی کا بڑھتا رجحان: اسباب و علاج	صائمہ بنت محمد صغیر	46

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

جلد(۱۵)شمارہ(۴)ممبئی،اپریل ۲۰۲۶ء

درس حدیث

محرم کے لئے کون سے کپڑے پہننا درست نہیں

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما:أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:" لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ، وَلَا الْعَمَائِمَ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ، وَلَا الْبَرَانِسَ، وَلَا الْخِفَافَ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ، فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، أَوْ وَرْسٌ"۔

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! محرم کو کس طرح کا کپڑا پہننا چاہئے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''نہ کُرتا پہنے، نہ عمامہ باندھے، نہ پاجامہ پہنے، نہ باران کوٹ، نہ موزے۔لیکن اگراس کے پاس جوتی نہ ہوتو وہ موزے اس وقت پہن سکتا ہے جب ٹخنوں کے نیچے سے ان کو کاٹ لیا ہو۔اوراحرام میں کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں زعفران یا ورس لگا ہوا ہو''۔[متفق عليه :صحيح البخاري:۱۵۴۲]

فوائد حدیث:

(۱)احرام دو سفید (اَن سلی) چادروں کو کہتے ہیں جن میں سے ایک کو حج یا عمرہ کرنے والا بطورِ ازار باندھتا ہے اور دوسری چادر کو اوڑھ لیتا ہے، یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔عورتوں کا عام لباس ہی ان کا احرام ہے۔

(۲)قمیص اور شلوار سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جو بدن کی قد وقامت کے مطابق سلا ہوا ہو، نیز ٹوپی اور پگڑی سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر ڈھانپا جائے اور موزوں سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے پاؤں چھپائے جائیں۔

(۳)(ما يلبس المحرم) حدیث کے اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی حج یا عمرہ کا ارادہ کرے اسے ذکر کی گئی چیزوں سے دور رہنا ہے، حدیث میں مراد آدمی ہے نہ کہ عورت جیسا کہ بعض روایات میں ہے:"إلا أن يكون رجل ليس له نعلان"۔[منحة العلام في شرح بلوغ المرام:۵/۲۱۶]

(۴)حالت احرام میں جن چیزوں سے بچنا ہے وہ بہت کم ہیں یا بہت محدود ہیں، ہاں جو چیزیں جائز ہیں وہ بہت ہے یعنی شمار کے قابل نہیں ہیں۔

(۵) حالت احرام میں ایک مرد کو پانچ چیزوں سے بچنا ہے۔ قمیص، پاجامہ، شلوار، ٹوپی، برانڈی اور موزے پہننا درست نہیں۔

(۶) زعفران اور ورس سے رنگا ہوا لباس بھی احرام میں جائز نہیں۔ یہ ممانعت رنگ کی وجہ سے نہیں بلکہ خوشبو کی وجہ سے ہے کیونکہ احرام کے بعد خوشبو لگانا بالاتفاق حرام ہے، البتہ اگر اسے دھو کر اس کی خوشبو زائل کر دی جائے تب جائز ہے۔

(۷) حالت احرام میں ایک عورت بغیر کسی رنگ کے تعیین کے جو لباس چاہے پہن سکتی ہے، ہاں بہت زیادہ بھڑکاؤ اور جاذب نظر لباس سے بچے گی تاکہ فتنہ کا اندیشہ نہ رہے۔ دیگر روایات کی روشنی میں عورت دو چیزوں سے اجتناب کرے گی۔

(۱): النقاب: ”نقاب نہ باندھے“۔ یہ ایک مخصوص قسم کا نقاب تھا جو اس زمانے میں رائج تھا، اس سے فوری طور پر چہرے کا پردہ کرنا مشکل ہوتا تھا، اس لیے مخصوص نقاب سے روک دیا گیا تاکہ مردوں کے سامنے آتے ہی فوراً پردہ کرنا آسان رہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مرد سامنے آتے تو ہم فوراً چہرہ ڈھانپ لیتیں۔ اب اس نقاب کا رواج بھی ختم ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں اب مردوں کا ہجوم ہر وقت اور ہر جگہ رہتا ہے، اس لیے اب حجاب کا اہتمام ہر وقت ہی کرنا چاہیے، سوائے ان جگہوں کے جہاں مرد نہ ہوں۔

(۲): القفاز: ”دستانے نہ پہنے“ مقصد یہ ہے کہ وہ ہاتھ ننگے رکھے تاکہ دوران حج وعمرہ میں کوئی تنگی نہ ہو۔ معلوم ہوا اس دور میں خواتین پردے کے لیے دستانے بھی استعمال کرتی تھیں۔ مشہور تو یہی ہے کہ دستانے ہاتھوں کو سردی، گرمی یا پانی سے بچانے کے لیے ہوتے ہیں مگر بعض اہل لغت نے اس سے زیور بھی مراد لیا ہے جس کے ساتھ ہاتھ چھپ جاتے ہیں۔ خیر! احرام میں ہاتھ ننگے رہنے چاہئیں۔

(۸) سوال تھا کیا پہنے؟ جواب ملا، فلاں فلاں چیز نہ پہنے۔ کیونکہ نہ پہنی جانے والی چیزیں کم ہیں اور پہنی جانے والی زیادہ، لہٰذا اختصار کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا جواب دیا۔ یہ بھی بلاغت کی ایک بہترین صورت ہے کہ جواب کے ساتھ ساتھ سوال کی تصحیح کر دی جائے۔

(قسط ثانی)

دعائے شب قدر "اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي" کی تحقیق

تحریر: کفایت اللہ سنابلی

●امام دارقطنی کی پہلی عبارت: امام دارقطنی کا جو کلام ہے وہ بھی بالکل اسی نوعیت کا ہے، چنانچہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ پر مشتمل ایک مرسل حدیث ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے:

((ایک لڑکی نے اماں اعائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے اللہ کے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کی شادی اپنے بھتیجے سے کردی تاکہ اس کی ذلت یا کمتری کو اس کے ذریعے دور کرے۔ نبی ﷺ نے معاملہ اسی لڑکی کو اختیار دے دیا کہ چاہے تو قبول کرے یا رد کرے۔اس لڑکی نے کہا: مجھے باپ کا فیصلہ منظور ہے، لیکن میرا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو معلوم ہوجائے کہ کیا ان کا اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہے یا نہیں۔))

اس حدیث کو "عبداللہ بن بریدہ" نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے یعنی "عن عائشة" کہہ کر نہیں بلکہ بلاواسطہ یعنی "جاءت فتاة إلى عائشة" کہہ کر مرسلاً روایت کیا ہے۔جیسا کہ ان کے درج ذیل شاگردوں نے بالاتفاق ان سے مرسل ہی کی شکل میں نقل کیا ہے۔

① عبد الله بن إدريس (ابن أبي شيبة 9/ 176)

② يزيد بن هارون (العلل للدارقطني 15/ 89)

③ عون بن كهمس (سنن الدارقطني 4/ 335)

④ نضر بن شميل (إسحاق بن راهويه 3/ 748)

⑤ عبدالوهاب بن عطاء (الصغري للبيهقي (3/ 27)

اول الذکرتین کی روایت کا حوالہ امام دارقطنی نے "علل" میں دیا ہے کما سیاتی، جبکہ سنن میں صرف "عون بن کہمس" کی روایت پیش کی ہے۔مذکورہ شاگردوں کے برخلاف درج ذیل شاگردوں نے اس حدیث کو متصل بنا کر روایت کردیا:

① جعفر بن سليمان(سنن الدارقطني: 3/ 233)

② علي بن غراب (سنن النسائي 6/ 86)

③ وكيع بن الجراح (مسند أحمد 41/ 492)

ظاہر ہے کہ ان تینوں کا اس مرسل حدیث کو متصل بنا کر پیش کرنا غلط ہے۔اسی غلطی کو بتانے کے لیے امام دارقطنی نے ان تینوں کی متصل بیان کردہ روایت کو اپنی سنن میں پیش کیا اور اسی ضمن میں "عون بن کهمس" کی مرسل روایت بھی پیش

کی۔ یاد رہے کہ عون اس روایت کے مرکزی راوی کہمس کے بیٹے ہیں اور انہوں اس حدیث کو مرسل ہی روایت کیا ہے۔

اب امام دارقطني رحمہ اللہ (المتوفی 385) کی روایات اور آخر میں ان کا کلام ملاحظہ ہو:

●نا أبو عمر القاضي محمد بن يوسف، نا محمد بن الحجاج الضبي، نا وكيع،عن كهمس بن الحسن، عن عبد الله بن بريدة، عن عائشة، قالت: جاءت فتاة إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول الله إن أبي– ونعم الأب هو– زوجني ابن أخيه ليرفع من خسيسته، قال:"فجعل الأمر إليها". فقالت: إني قد أجزت ما صنع أبي ولكن أردت أن تعلم النساء أن ليس إلى الأباء من الأمر شيء۔

● نا أحمد بن الحسين بن الجنيد،نا زياد بن أيوب،نا علي بن غراب،نا كهمس بن الحسن، حدثني أبي،عن عبد الله بن بريدة،عن عائشة،أن فتاة دخلت عليها ح.

● ونا أبو عمر القاضي،نا الفضل بن موسى،نا عون يعني ابن كهمس،نا أبي،عن عبد الله بن بريدة،قال: جاءت فتاة إلى عائشة،فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع من خسيسته وإني كرهت ذلك،قالت: اقعدي حتى يجيء رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذكري ذلك له، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فأرسل إلى أبيها فجاء أبوها،"وجعل الأمر إليها". فلما رأت أن الأمر جعل إليها، قالت: إني قد أجزت ما صنع أبي إني إنما أردت أن أعلم هل للنساء من الأمر شيء أم لا؟ قال ابن الجنيد: فقالت: يا رسول الله قد أجزت ما صنع أبي ولكني أردت أن أعلم للنساء من الأمر شيء أم لا۔

●نا محمد بن مخلد،نا الرمادي،نا أبو ظفر عبد السلام بن مطهر،عن جعفر بن سليمان،عن كهمس،عن عبد الله بن بريدة،عن عائشة،قالت: جاءت امرأة تريد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم تلقه فجلست تنتظره حتى جاء،فقلت: يا رسول الله إن لهذه المرأة إليك حاجة، قال لها:"وما حاجتك؟"،قالت: إن أبي زوجني ابن أخ له ليرفع خسيسته بي ولم يستأمرني فهل لي في نفسي أمر؟، قال:"نعم"،قالت: ما كنت لأرد على أبي شيئا صنعه ولكني أحببت أن تعلم النساء ألهن في أنفسهن أمر أم لا؟

●هذه كلها مراسيل ابن بريدة لم يسمع من عائشة شيئا۔ [سنن الدارقطني، ت الارنؤوط: ج 4 ص 334تا336]

ملاحظہ فرمائیں امام دارقطنی کے اس کلام کا مقصود یہ ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ پر مشتمل مذکورہ حدیث

مرسل ہے اور اسے ”عبداللہ بن بریدہ“ نے مرسلاً ہی روایت کیا ہے۔

یعنی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کا کوئی بھی حصہ ”عبداللہ بن بریدہ“ نے اماں عائشہ سے نہیں سنا ہے۔ لیکن ان کے نچلے طبقات کے بعض رواۃ نے غلطی کرتے ہوئے ”عن عائشہ“ کہہ کر بیان کر دیا۔ یعنی مرسل کو متصل بنا دیا۔

امام دارقطنی نے رواۃ کی اس غلطی پر گرفت کرتے ہوئے اور حدیث کی اصل پوزیشن مرسل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

”هذه كلها مراسيل ابن بريدة لم يسمع من عائشة شيئا“۔ ”اس حدیث کے یہ تمام طرق مرسل ہیں ،ابن بریدہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا ہے“۔ [سنن الدارقطني، ت الارنؤوط: 4/ 335]

یعنی امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنے اس کلام سے پہلے اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ والی جس مرسل حدیث کے مختلف طرق پیش کئے ہیں خاص انہیں سے متعلق امام دارقطنی کا یہ کلام ہے کہ ان میں سے کسی بھی طریق میں ابن بریدہ کا اماں عائشہ رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی سماع ثابت نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس حدیث کے علاوہ دوسری کسی حدیث میں بھی ابن بریدہ کا اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے۔

● امام دارقطنی کی دوسری عبارت:

امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ”علل“ والی عبارت ”سنن“ والی عبارت کی بنسبت زیادہ واضح ہے بلکہ ”سنن“ میں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے مرسل والا صرف ایک ہی طریق پیش کیا لیکن ”علل“ میں مرسل کے تین طرق کا حوالہ دے کر اسے راجح قرار دیا۔ اور تعبیر ایسی استعمال کی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ارسال یعنی عدم سماع کا معاملہ اسی حدیث کی روایت کے ساتھ خاص ہے نہ کہ علی الاطلاق عدم سماع کا حکم لگانا مقصود ہے۔

چنانچہ علل میں امام دارقطنی کا کلام یہ ہے:

”وسئل عن حديث عبد الله بن بريدة، عن عائشة قالت امرأة: يا رسول الله إن أبي زوجني من ابن أخيه ليرفع خسيسته ولم يستأمرني، فهل في نفسي من أمر؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم قالت: ما كنت أرد على أبي شيئا صنعه، ولكني أحببت أن يعلم النساء ألهن في أنفسهن أمر أم لا؟.

فقال: يرويه كهمس بن الحسن، واختلف عنه، فرواه جعفر بن سليمان الضبعي، وعلي بن غراب، ووكيع، عن كهمس، عن ابن بريدة، عن عائشة.

وخالفهم عبد الله بن إدريس، ويزيد بن هارون، وعون بن كهمس، رووه عن كهمس، عن ابن بريدة؛ أن فتاة أتت عائشة، فقالت: إن أبي زوجني، ولم يستأمرني، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم، فذكرت ذلك له ... ، فيكون مرسلا في رواية هؤلاء الثلاثة، وهو أشبه بالصواب“.

"امام دارقطنی رحمہ اللہ سے عبداللہ بن بریدہ کے حوالے سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے مجھے اپنے بھائی کے بیٹے سے شادی کر دی تاکہ وہ میرے ذریعے اپنی کمتری یا ذلت کو دور کرے، اور اس نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا، تو کیا میرے معاملے میں میرا کوئی اختیار ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ پھر اس عورت نے کہا: میں تو اپنے باپ کے فیصلہ کو رد نہیں کرتی، لیکن میں چاہتی تھی کہ عورتیں جان لیں کہ کیا ان کے اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہے یا نہیں۔

امام دارقطنی نے جواب دیا:

یہ حدیث "کہمس بن الحسن" روایت کرتے ہیں، اور ان سے روایت کرنے میں ان کے شاگردوں میں اختلاف ہوا ہے۔

تو "جعفر بن سلیمان الضبعی"، "علی بن غراب"، اور "وکیع" نے کہمس سے، "عن ابن بريدة، عن عائشة".

کہہ کر روایت کیا (یعنی اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے متصل بنا کر)۔

لیکن "عبداللہ بن ادریس"، "یزید بن ہارون"، اور "عون بن کہمس" نے کہمس سے، انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے اس طرح روایت کیا کہ: ''ایک لڑکی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہا: میرے باپ نے مجھے شادی کر دی اور مجھ سے مشورہ نہیں کیا، پھر نبی ﷺ آئے تو اس نے ان سے ذکر کیا......'' تو ان تینوں کی روایت کے اعتبار سے یہ روایت مرسل ہے اور اس کا مرسل ہونا ہی زیادہ درست ہے''۔ [العلل للدارقطني، ت محفوظ السلفي: 15/ 89]

امام دارقطنی رحمہ اللہ کی اس دوسری عبارت سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ نے "سنن" میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ بن بریدہ کے اصل سماع کا انکار نہیں کیا بلکہ حدیث تخییر جو مرسلاً مروی ہے جس میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک واقعہ کا ذکر ہے خاص اس حدیث اور اس کے طرق سے متعلق امام دارقطنی رحمہ اللہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں عبداللہ بن بریدہ نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ نہیں سنا ہے۔

یہی امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام کا درست مفہوم ہے۔

اس کی زبردست تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ سے زیر تحقیق روایت یعنی دعائے شب قدر سے متعلق بھی سوال ہوا۔ اور دعائے شب قدر والی حدیث کو عبداللہ بن بریدہ ہی روایت کر رہا ہے وہ بھی مرسلاً نہیں بلکہ اماں عائشہ رضی اللہ کے واسطے سے۔

تو اس کے جواب میں امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دونوں مشہور طرق "جریری" اور "کہمس" کے شاگردوں کا اختلاف ذکر کیا اور دونوں جگہ "عبدالله بن بريدة عن عائشة" کے طریق ہی کو درست قرار دیا۔

لیکن یہاں ارسال کا حکم نہیں لگایا نہ عدم سماع کی بات کی۔ دیکھیں: [العلل للدارقطني ج 15 ص 88 تا 89]

ماقبل میں "جریری" اور "کہمس" کی روایات کی تخریج کے ضمن میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی ترجیحات پیش کی جاچکی ہیں۔

● امام دارقطنی کی تعلیل میں امام نسائی کی موافقت:

امام دارقطني رحمہ اللہ (التوفی 385) نے اپنی "سنن" میں جس حدیثِ تخییر پر ارسال کا حکم لگایا ہے اس میں وہ منفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ ٹھیک یہی حکم امام نسائی رحمہ اللہ (التوفی 303) نے بھی لگایا ہے۔

چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أخبرني زياد بن أيوب، دلويه، قال: حدثنا علي بن غراب، قال: حدثنا كهمس بن الحسن، قال: حدثني عبد الله بن بريدة، عن عائشة، أن فتاة دخلت عليها، فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع بي خسيسته، وأنا كارهة، قالت: اجلسي حتى يأتي النبي صلى الله عليه وسلم، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأخبرته، فأرسل إلى أبيها فدعاه، فجعل الأمر إليها، فقالت: يا رسول الله، قد أجزت ما صنع أبي، ولكني أردت أن أعلم أللنساء من الأمر شيء؟. قال أبو عبد الرحمٰن: هذا الحديث يرسلونه۔

"اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک لڑکی آپ کے پاس آئی اور کہا: میرے والد نے اپنے بھتیجے سے میری شادی کردی ہے تاکہ میرے ذریعے اپنی پست حیثیتی کو بلند کرسکے، اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بیٹھ جاؤ، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو یہ بات بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ کو بلایا اور معاملہ اس لڑکی کے اختیار میں کردیا۔ تو اس لڑکی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے والد کے کیے ہوئے کام کو جائز قرار دے دیا، لیکن میں چاہتی تھی کہ یہ معلوم ہوجائے کہ کیا عورتوں کو بھی اس معاملے میں کوئی حق ہے؟ ابوعبدالرحمٰن (یعنی امام نسائی) نے کہا: اس حدیث کو دوسرے رواۃ مرسل بیان کرتے ہیں"۔ [سنن النسائي الكبرى، ط التأصيل: 7/ 422رقم 5580]

ملاحظہ فرمائیں کہ نسائی کی یہ روایت "علي بن غراب" کے طریق سے ہے اور اس طریق کی روایت کو امام دارقطنی اپنی "سنن" اور "علل" دونوں میں مرسل قرار دے چکے ہیں۔ کما مضیٰ۔

یہاں پر یہی بات امام نسائی رحمہ اللہ بھی ارشاد فرما رہے ہیں اور امام نسائی رحمہ اللہ کے اس کلام کی بنیاد پر کسی نے نہیں کہا کہ امام نسائی رحمہ اللہ "اماں عائشہ رضی اللہ عنہا" سے "عبداللہ بن بریدہ" کے سماع کے منکر ہیں۔

تو یہی مقصود امام دارقطنی رحمہ اللہ کے کلام کا بھی ہے اور امام دارقطنی کی "سنن" میں عدم سماع سے مراد فقط اس مرسل حدیث کے طرق میں عدم سماع ہے نہ کی علی الاطلاق جیسا کہ امام دارقطنی ہی کی دوسری کتاب "علل" سے ان کا موقف واضح ہے کما مضیٰ۔

(جاری ہے.....)

ماہ شوال کے روزے: مختصر احکام ومسائل

سفیان احمد ریاض الدین سلفی (استاد: جامعہ رحمانیہ،نڈیاد، گجرات)

عربی مہینوں کی ترتیب کے اعتبار سے رمضان کے بعد شوال کا مہینہ آتا ہے ماہ شوال عربی کا دسواں مہینہ ہے جس کو شرعی وتاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے شرعی نقطہ نظر سے شوال کے چھ روزوں کے مختصر احکام ومسائل اس مضمون میں بیان کیے گئے ہیں:

(۱) **شوال کے چھ روزوں کی اھمیت و فضیلت**: ماہ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے مشہور صحابیٔ رسول ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا:"من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر"۔"جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا کہ اس نے پورے سال کا روزہ رکھا"۔[صحيح مسلم - ت عبد الباقي:۲/ ۸۲۲،مسلم]

اس حدیث کی شرح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس کو روایت کرنے والے صحابی ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"صِيَامُ شَهْرٍ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ، وَسِتَّةِ أَيَّامٍ بَعْدَهُنَّ بِشَهْرَيْنِ فَذَلِكَ تَمَامُ سَنَةٍ" "ایک مہینے کا روزہ دس مہینے کے روزے کے برابر ہے اوراس کے بعد چھ دنوں کا روزہ دو مہینے کے برابر ہے اس طرح مکمل ایک سال ہوگیے۔[مسند الدارمي-ت الزهراني:۵۰۸، الدارمي (ت ۲۵۵)صحيح الجامع (۳۰۹۴) صحيح]

ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: جس نے رمضان کے مکمل روزے رکھے اوراس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کا روزہ رکھا اس کی صورت یوں ہوگی کہ رمضان کے روزے دس مہینے کے برابر ہیں اورشوال کے چھ روزے دو مہینے کے برابر۔ اورایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔[فتح ذي الجلال والإكرام بشرح بلوغ المرام ط المكتبة الإسلامية:۳/۲۶۰،ابن عثيمين (ت ۱۴۲۱)]

شوال کے چھ روزوں کا اہتمام اسلاف امت کے یہاں بھی تھا جیسا کہ یحییٰ ابن سعید انصاری کہتے ہیں کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ عید الفطر کے بعد لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اسی حدیث کے روشنی میں شوال کے روزوں کی جانب ترغیب دلاتے ہوئے لوگوں کو خطاب کیا۔[صيام ستة أيام من شوال-ضمن"آثار المعلمي": ۱۸/ ۲۶۱،عبد الرحمٰن المعلمي اليماني (ت ۱۳۸۶)]

اسی طرح امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان کے پاس شوال کے چھ روزوں کا تذکرہ کیا جاتا تو کہا کرتے تھے: وَاللَّهِ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ بِصِيَامِ هَذَا الشَّهْرِ عَنِ السَّنَةِ كُلِّهَا- ''اللہ کی قسم اس مہینے کے روزوں کے سبب پورے سال سے اللہ تعالی راضی ہوگیا۔[سنن الترمذي - ت شاكر ۱۲۳/۳ ،الترمذي (ت ۲۷۹) حسن صحيح]

(۲) شوال کے چھ روزوں کا حکم: شوال کے چھ روزوں کے تعلق سے اہل علم کے ہاں دو موقف پائے جاتے ہیں:

(۱) مستحب: ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: وجُمْلَةُ ذلك أَنَّ صَوْمَ سِتَّةِ أَيَّامٍ من شَوَّال مُسْتَحَبٌّ عند كَثِيرٍ من أَهْلِ العِلْمِ. رُوِىَ ذلك عن كَعْبِ الأَحْبارِ، والشَّعْبِيِّ، ومَيْمُونِ بن مِهْرانَ. وبه قال الشَّافِعِيُّ- منجملہ باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شوال کے چھے روزے اکثر اہل علم کے نزدیک مستحب ہیں یہی موقف کعب الاحبار، امام شعبی، میمون ابن مہران اور امام شافعی کا بھی ہے۔[المغني لابن قدامة - ت التركي:۴/۴۳۸ ، ابن قدامة (ت ۶۲۰)]

(۲) مکروہ: اس بات کے قائلین میں امام مالک رحمہ اللہ کا نام سرفہرست ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ یحییٰ بن یحییٰ الاندلسی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ میں نے اہل علم اور اہل فقہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ شوال کے روزے رکھتے ہیں اور نہ ہی یہ بات مجھے اسلاف امت میں سے کسی کے بارے میں ملی، اہل علم اس چیز کو مکروہ سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس کے بدعت ہونے کے بارے میں خوف بھی کھاتے ہیں اس طور پر کہ ان روزوں کو رمضان کے ساتھ متصل کر دیا جائے حالانکہ رمضان سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔[المنتقى شرح الموطإ:۲/۷۶،أبو الوليد الباجي (ت ۴۷۴)]

امام مالک رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کی روشنی میں بعض اہل علم نے امام مالک کی جانب شوال کے چھ روزوں کے مکروہ قرار دیے جانے کے بات منسوب کی ہے لیکن عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمي الیمانی ، امام مالک رحمہ اللہ کے قول کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شوال کے روزوں کو رمضان کے ساتھ متصل کر دیا جائے جیسا کہ ان کے قول سے واضح ہے۔ اکثر مالکی اہل علم نے امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کو اسی بات پر محمول کیا ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ: ويحتمل أنه إنما كره وصلَ صومها بيوم الفطر، وأما لو صامها في أثناء الشهر فلا، وهو ظاهر كلامه في قوله: صام ستة أيام بعد يوم الفطر- احتمال یہ ہے کہ انہوں نے عیدالفطر کے ساتھ ملانے کو مکروہ سمجھا ہے جہاں تک شوال کے مہینے کے درمیان میں روزہ رکھنے کی بات ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور یہ بات امام مالک رحمہ اللہ کے قول سے ظاہر و باہر ہے۔[صيام ستة أيام من شوال - ضمن

"آثار المعلمي" ١٨/٢٦٤، عبد الرحمٰن المعلمي اليماني (ت ١٣٨٦)]

ابوالولید الباجی کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ اس خوف سے قرار دیا کہ لوگ ان کو رمضان کے ساتھ متصل نہ کردیں اس طور پر کہ رمضان اور شوال کے روزوں کے درمیان تمیز نہ ہو سکے حتیٰ کہ فرض سمجھ بیٹھیں۔[المنتقى شرح الموطإ: ٧٦/٢، أبو الوليد الباجي (ت ٤٧٤)]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شوال کے روزے مستحب ہیں اور یہی جمہور اہل علم کا موقف ہے۔[الدرر البهية من الفتاوى الكويتية: ١٣/١٢]

(۳) شوال کے چھ روزوں کی حکمت کیا ہے؟ شریعت اسلامیہ کا دیا گیا کوئی بھی حکم، حکمت سے خالی نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ انسانی عقل ان حکمتوں کو سمجھنے سے قاصر ہے شوال کے چھ روزوں کے اہتمام کی حکمت کیا ہے حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے البتہ ابن عثیمین رحمہ اللہ شوال کے چھ روزوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تاکہ ان کے ذریعے فرائض کی تکمیل کی جاسکے کیونکہ شوال کے چھ روزے فرض نمازوں کے لیے سنت راتبہ کی طرح ہیں جن کے ذریعے فرض میں ہونے والے نقص کی تکمیل مقصود ہوتی ہے۔ [فتاویٰ نور على الدرب للعثيمين: ٢/١١، ابن عثيمين (ت ١٤٢١)]

(۴) چند اور مسائل: (۱) پہلے شوال کے روزے رکھیں یا رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے؟

شوال کے روزوں کی مناسبت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من صام رمضان ثم أتبعه ستا ..... حدیث میں مذکور " ثم " ترتیب کا فائدہ دیتا ہے اسی سے اہل علم کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ پہلے رمضان کے روزوں کی قضا کی جائے گی اس کے بعد شوال کے روزے رکھے جائیں گے۔

جیسا کہ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رمضان کے فرض روزوں سے پہلے نفلی روزوں کو رکھنا دو وجوہات کی بنیاد پر ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(أ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کا روزہ رکھا" اور جس کے اوپر رمضان کے روزوں کی قضا باقی ہو تو وہ شوال کے روزوں کی اتباع کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسان سفر یا بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے چھوڑ دیا ہو تو شفا ملنے کے بعد وہ رمضان کے فرض روزوں کی قضا کرے گا اس کے بعد شوال کے روزے رکھے گا اسی طرح حیض ونفاس والی عورتیں بھی کریں گی۔

(ب) قضا کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا حق پورا کیا جانا زیادہ اہم ہے اور فرائض نوافل سے اہم ہیں اللہ تعالیٰ نے مرد وخواتین

پر رمضان کے روزے واجب قرار دیے ہیں لہٰذا یہ مناسب نہیں ہے کہ فرض کو ادا کرنے سے پہلے نوافل کی ادائیگی کی جائے۔

ابن باز رحمہ اللہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کا رمضان کے فرض روزوں کو اگلے شعبان تک مؤخر کرنا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے ہوتا تھا لہٰذا اس حدیث میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کو مؤخر کیا جائے۔

(share.google/lWebM0UU9pECJER7o//:https)

جبکہ بعض اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ رمضان کے روزوں کی قضا سے پہلے شوال کے روزے رکھے جا سکتے ہیں کیونکہ رمضان کے روزوں کی قضا کے لیے وقت کشادہ ہے لیکن شوال کے لیے وقت محدود ہوتا ہے اور مضیق کو موسع پر مقدم کرنا جائز ہے۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص نفلی روزے رکھنے پر قادر ہے تو گویا فرائض کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن انسان فرض کو مؤخر کر کے نفل کی ادائیگی کرنے میں لگ جائے تو یہ چیز قابل جرح ہے۔

(۲) شوال کے چھ روزوں کو لگاتار رکھنا ہے یا پورے مہینے میں جب چاہیں تب رکھ سکتے ہیں:

نفلی روزہ رکھنے والوں کے بارے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الصَّائِمُ الْمُتَطَوِّعُ أَمِينُ نَفْسِهِ، إِنْ شَاءَ صَامَ، وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔ [سنن الترمذي-ت بشار:۱۰۲/۲، أبو عيسى الترمذي (ت ۲۷۹) صحيح الترمذي (۷۳۲) صحيح]

نفلی روزے رکھنے والا انسان اپنے نفس کا امین ہوتا ہے چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو افطار کر لے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں مومن پورے مہینے سے اختیار کرے گا چاہے تو شروع میں رکھے یا درمیان میں یا آخر میں اور اگر چاہے تو ان کے درمیان تفریق کر دے اور چاہے تو پے در پے رکھے۔ [مجموع فتاوىٰ ومقالات متنوعة -ابن باز ۳۹۰/۱۵، ابن باز (ت ۱۴۲۰)]

(۳) لگاتار روزے رکھتے ہوئے جمعہ کا دن آ جائے تو کیا کریں؟

شوال کے روزوں کو رکھتے ہوئے اگر جمعہ کا دن آ جائے تو کیا کیا جائے روزہ رکھیں یا جمعہ کا دن چھوڑ دیں؟ جمعہ کے دن کو روزے کے لیے خاص کرنا منع کیا گیا لیکن روزے رکھتے ہوئے اگر جمعہ آ جائے تو رکھنا جائز ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ۔ [صحيح مسلم - ط التركية: ۱۵۴/۳، مسلم (ت ۲۶۱)]

اور تم دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزے کے لیے خاص نہ کرو ہاں اگر کوئی شخص روزے رکھتا ہو (تو وہ رکھ لے)

لہذا جمعہ کے دن خصوصی طور پہ روزہ رکھنے کا اہتمام کرنا درست نہیں ہے جو کہ حدیث سے بالکل واضح ہے البتہ اگر کوئی شخص جمعرات یا سنیچر کو ساتھ میں ملا کر رکھتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) کیا شوال کے روزوں کی قضا کر سکتے ہیں؟

اس تعلق سے اہل علم کے یہاں بنیادی طور پر دو موقف پائے جاتے ہیں:

(۱) بعض اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اگر شوال کے روزے چھوٹ جائیں تو بعد میں قضا کرنا جائز ہے لیکن جو فضیلت شوال میں رکھنے پر حاصل ہوتی ہے وہ فضیلت نہیں حاصل ہوگی۔

جیسا کہ منصور بن یونس بن إدریس البہوتی کہتے ہیں کہ:(وَلَا تَحْصُلُ الْفَضِيلَةُ بِصِيَامِهَا) أَيْ: السِّتَّةِ أَيَّامٍ (فِي غَيْرِ شَوَّالٍ) لِظَاهِرِ الْأَخْبَارِ۔ غیر شوال میں شوال کے چھ روزوں کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔[كشاف القناع عن متن الإقناع - ط وزارة العدل:۳۱۶/۵ البهوتي (ت ۱۰۵۱)]

(۲) شوال کے روزوں کی قضا درست نہیں ہے۔

ابن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شوال کے مہینے کے گزر جانے کے بعد شوال کے روزوں کی قضا درست نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی سنت ہے جس کا وقت فوت ہو چکا ہوتا ہے چاہے کسی عذر کی وجہ سے ہو یا نہ ہو۔ [مجموع فتاوى ومقالات متنوعة - ابن باز ۳۸۹/۱۵، ابن باز ،ت ۱۴۲۰]

(۵) شوال کے روزوں سے متعلق مشہور چند ضعیف احادیث:

ماہ شوال اور اس کے روزوں سے متعلق کچھ ایسی احادیث مشہور ہیں جو ضعیف اور منکر ہیں ان میں سے چند احادیث کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔عَنْ عَرِيفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ مِنْ فِلْقِ فِيِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَشَوَّالًا وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيسَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔[السنن الكبرى - النسائي - ط الرسالة: ۲۱۵/۳، النسائي (ت ۳۰۳) مسند أحمد - ط الرسالة:۱۶۶/۲۴، أحمد بن حنبل (ت ۲۴۱)]

ترجمہ: عریف سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کیا جس کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان، شوال اور بدھ، جمعرات کے روزے رکھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث کا حکم : (۱) شعیب الأرنؤوط نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔[تخريج المسند لشعيب :۱۵۴۳۴]

(۲)امام البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[السلسلة الضعيفة (۴٦۱۲) ضعيف]

۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ- [المعجم الأوسط للطبراني:۸/۲۷۵،الطبراني (ت ۳٦۰)]

ترجمہ: عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح بری ہو جاتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔

حدیث کا حکم: (۱) عبدالمؤمن بن خلف الدمياطي کہتے ہیں کہ:"سنده سقيم"۔[المتجر الرابح(۱۳۸)]

(۲) نورالدین الهيثمي کہتے ہیں کہ اس سند میں ایک ضعیف راوی " مسلمة بن علي الخشني" ہے۔[مجمع الزوائد:(۳/۱۸۷)]

(۳) امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔[ضعيف الترغيب والترهيب:۱/۳۰۹،ناصر الدين الألباني (ت ۱۴۲۰)]

۳۔عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، كَانَ يَصُومُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:صُمْ شَوَّالًا- فَتَرَكَ أَشْهُرَ الْحُرُمِ، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَصُومُ شَوَّالًا حَتَّى مَاتَ . [سنن ابن ماجه - ت عبد الباقي:۱/۵۵۵،ابن ماجه (ت ۲۷۳)]

ترجمہ: محمد ابن ابراہیم کہتے ہیں کہ اسامہ ابن زید حرمت والے مہینوں کا روزہ رکھتے تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا شوال کے روزے رکھو تو انہوں نے حرمت والے مہینوں کے روزوں کو ترک کر دیا پھر مرتے دم تک شوال کے روزے رکھتے رہے۔

حدیث کا حکم: (۱) ابن رجب الحنبلي رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:"إسناده منقطع"۔[لطائف المعارف (۳۹۲)]

(۲) امام البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی کا اسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔[ضعيف ابن ماجه (۳۴۰) اور ضعيف الجامع (۳۴۹۰)]

اللہ ہم سب کو کتاب وسنت کو منہج سلف کی روشنی میں سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔آمین ثم آمین

علامہ محمد عزیر شمس رحمہ اللہ کے محاضرات کا تحریری سلسلہ۔ محاضرہ نمبر (۵)

معارف ابن تیمیہ کی عصری معنویت اور استفادے کے طریقے: (پہلی قسط)

مرتب: ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

نوٹ: علامہ عزیر شمس رحمہ اللہ کی یہ پوری گفتگو شیخ ثناء اللہ صادق تیمی حفظہ اللہ کے ساتھ سلسلہ وار لائیو ہونے والے پروگرام سے نقل کی گئی ہے، اس پروگرام کی ترتیب یہ تھی کہ شیخ ثناء اللہ تیمی حفظہ اللہ شیخ سے سوال کرتے پھر شیخ اس کا مدلل جواب دیتے، یہ پوری گفتگو تقریباً ایک گھنٹہ کی ہے جو آج بھی یوٹیوب پر موجود ہے، افادہ عامہ کے پیش نظر اسے تحریری شکل میں نشر کیا جا رہا ہے۔

آج کے زمانہ کے تناظر میں ہم ابن تیمیہ کی اہمیت کس طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں بطور خاص طلبہ کے لیے؟

دیکھیے یہ ایک اہم سوال ہے اور سب سے پہلے یہی سوال ہونا بھی چاہیے، اور اس طریقہ کا سوال ہونا بھی چاہیے، اس طرح کا ایک سوال ابن تیمیہ کے ایک بہت مشہور ماہر امریکہ کے اندر ہیں (Jon Hoover) (جون ہوفر) (۱) ان سے بھی کیا گیا تھا، پانچ سات منٹ کی کلپ ہے جو یوٹیوب پر بھی موجود ہے۔

Why Study Ibn-e-Taymiyya

’’کہ ابن تیمیہ کو کیوں پڑھیں‘‘؟ تو اس نے بہت اچھے جوابات دئے اور بہت سے نمایاں جوانب کی نشان دہی کی ہے۔ میں چند پوائنٹس کی طرف اشارہ کروں گا۔

ابن تیمیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر کے اب تک اگر دیکھا جائے اور اسلامی تاریخ کو اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو نصف اول میں جتنے رجحانات، فکری و عقائدی اختلافات پیدا ہوئے اور جو کچھ علمی ذخیرہ وجود میں آیا، مختلف مذاہب کی تشکیل ہوئی، عقائد کے باب میں، فقہ کے باب میں، تصوف کے باب میں، تو ان سب کی تنقیح کرنے اور ان کا جائزہ لینے اور ان سے متعلق جو صحیح اسلامی تعلیمات ہیں ان کو پیش کرنے کے لیے ابن تیمیہ کو ایک طریقہ سے نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، بلکہ علامہ شبلی نے یہاں تک لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کو پڑھ کر کے غزالی اور رازی سب ہیچ نظر آئے، سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں یہاں تک لکھا ہے کہ علامہ شبلی ابن تیمیہ سے آخر میں اس قدر متاثر تھے کہ وہ کہتے تھے کہ ابن تیمیہ مجھے انگلی پکڑ کر جس طرف لے جانا چاہیں میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ تو یہ ایک پہلو ان کی وسعت معلومات اور شمولیت اور سارے افکارات و خیالات کا تنقیدی جائزہ کا ہے، اس لحاظ سے اگر

ابن تیمیہ کو دیکھیں تو اس طریقہ سے سارے پہلوؤں پر کام کرنے والی کوئی اور شخصیت نہیں ملے گی ممکن ہے بعض پہلوؤں پر کام کرنے والے لوگ مل جائیں لیکن سارے پہلوؤں پر مشکل ہے، مثلاً میں کہوں قرآن مجید کی تفسیر آپ کو پڑھنی ہے، تو جن مشکل آیتوں کے متعلق مفسرین نے اختلاف کیا ہے، تو ابن تیمیہ نے کہیں نہ کہیں ضرور ان پر گفتگو کی ہوگی، اور وہ بہت سی جگہ ایک طرح سے مشکلات حل کر دینے والے ہوتے ہیں، بقیہ انہوں نے ایسی ہی آیتوں کی تفسیر ہی کی ہے، ایک کتاب چھپی ہے ''تفسیر آیۃ اشکلت'' (۲)۔ان سے لوگوں نے پوچھا ایک پوری تفسیر آپ کیوں نہیں لکھ دیتے، تو انہوں نے کہا کہ قرآن کی بہت سی آیتیں بالکل واضح ہیں، ان کی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے، جو مشکل آیتیں ہیں ان پر تفسیر لکھنے کی ضرورت ہے۔اسی طرح حدیث سے متعلق دیکھ لیجئے، جن حدیثوں سے متعلق معرکۃ الآراء بحثیں ہیں، اور جن حدیثوں کو سمجھنے کے لیے سارے شراح حدیث کے شروحات کام نہیں دیتے ہیں، ابن تیمیہ کے یہاں ان حدیثوں کو پڑھئے۔''انما الاعمال بالنیات''(۳) والی حدیث کی شرح پر ابن تیمیہ کو پڑھئے، ایسی چیزیں ان کے یہاں ملیں گی جو اوروں کے یہاں آپ کو نہیں ملیں گی۔(۴)

تیسری چیز یہ کہ فقہی مسائل کے سلسلہ میں جو اختلافات ہیں، اس سلسلہ میں انہوں نے یہ کیا بغیر کسی تعصب کے گرچہ ان کی نشونما حنبلی فقہ پر ہوئی تھی، بعد میں جب وہ مصر گئے اور وہاں فقہ حنبلی کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے ماننے والے لوگوں کو انہوں نے پایا، شافعی ہیں، مالکی ہیں، حنبلی ہیں، تو اب انہوں نے دیکھا کہ شریعت اسلامیہ کے سلسلہ میں گفتگو کرنی ہے تو بجائے اس کے کہ کسی خاص مکتب فکر سے وابستہ ہو کر کے گفتگو کریں، اسی لیے ان کا لقب ہے مفتی الفرق، یعنی سارے فرقے کے لوگ بجائے اپنے اپنے علماء سے پوچھنے کے انہیں سے پوچھتے تھے، ابن تیمیہ کا فقہی مسائل میں دلائل کی روشنی میں معاملہ بالکل واضح ہوتا ہے،(۵) تصوف اور سلوک کے سلسلہ میں ابن تیمیہ کے حوالہ سے یہ غلط فہمی ہے کہ وہ تصوف کے بہت سخت مخالف تھے، اسی طرح صوفیہ کے بھی۔حالانکہ یہ بہت غلط تصور ہے، وہ تصوف کا جو پرانا طریقہ تھا، جن پر جنید بغدادی اور پرانے صوفیہ چوتھی پانچویں صدی ہجری تک کے تھے، وہ تو ان کو سراہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر تو گزارا نہیں۔(۶) خود ابن تیمیہ کی زندگی کو تصوف اور سلوک کی روشنی میں اگر ناپا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ کتنا زیادہ عابد وزاہد آدمی تھے، مدارج السالکین ابن قیم کی ایک کتاب ہے(۷) اس میں ابن تیمیہ کے ایسے اقوال ومعمولات لکھے گئے ہیں کہ آپ تعجب کریں گے کہ کتنے بڑے صوفی تھے۔لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ تصوف کے سلسلہ میں جو فلسفہ، وحدۃ الوجود اور اس طرح کے جو غلط نظریات اسلام میں داخل ہو گئے ہیں، اس کی وہ

شدت سے مخالفت کرتے ہیں اور اس کی تکفیر بھی کرتے ہیں، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں ابن عربی کا میں ایک زمانہ میں بہت بڑا معتقد تھا، لیکن جب ان کی کتاب ''فصول الحکم'' پڑھی تو یہ سمجھ میں آیا کہ یہ کیا ہے؟(۸) تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی فکر اور اسلامی علوم وفنون، اسلامی تاریخ اور اسلامی ثقافت کے جتنے مظاہر ہیں ان سب کا جائزہ لینے کے بعد ابن تیمیہ نے اس انداز میں اسلام کی تعبیر کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے وہ اس سلسلہ میں مجتہد ہیں، ان کی رائے سے آپ اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن اخلاص میں کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی ہے، بعض جگہوں پر انہوں نے اپنے آراء سے رجوع بھی کیا۔ تو یہ ایک پہلو ہے۔

موجودہ دور میں اس کی اہمیت یہ ہے اکثر دہشت گردی، شدت پسندی اور یہ کہ اسلام بہت زیادہ غیر مسلموں کو برداشت نہیں کرتا، کافروں کو ایک دم سے فنا کر دینا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو ان سب کا منبع و ماخذ وہ ابن تیمیہ کو قرار دیتے ہیں، یہ لوگ ان کی اقتباسات لیتے ہیں اور کانٹ چھانٹ کر کے لیتے ہیں یہاں تک کہ کتنی چیزوں پر انہوں نے رد کیا ہوتا ہے اسے بھی یہ لوگ لیتے ہیں اور پیش کرتے ہیں کہ دیکھو ابن تیمیہ نے یہ کہا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ فتویٰ ماردین کے تعلق سے، یہ فتویٰ غلط چھپ گیا تھا، اور غلط چھپ جانے کی بنیاد پر وہ فتویٰ ابن تیمیہ کی جانب منسوب کر دیا گیا، ابھی وہ فتویٰ ''مجموع الفتاویٰ'' میں غلط ہی چھپا ہوا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے کہ ماردین ترکی کے اندر ایک علاقہ ہے، یہاں پر عیسائی، غیر مسلم، کردی اور مسلم سبھی رہتے تھے۔ تو ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ یہاں پر غیر مسلموں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے اور اسلامی شریعت کیا کہتی ہے تو انہوں نے اتنا حکیمانہ جواب دیا تھا کہ موجودہ دور میں جو جمہوری ممالک ہیں وہاں یہی طریقہ اپنایا گیا ہے، "يعامل المسلم فيها بما يستحقه ويقاتل الخارج عن شريعة الإسلام بما يستحقه". اب یعامل الکافر جو ہے وہ یقاتل الکافر چھپ گیا۔ آج بھی ویسا ہی چھپا ہے (۹)، ابن تیمیہ اس سے بری ہیں۔ اب اس کا ترجمہ ہوا اور اس ترجمہ کی بنیاد پر وہاں کسی شخص نے کسی شخص کو قتل کر دیا اور ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور جتنی دہشت گرد تنظیمیں تھیں سب کو اسی سے جوڑ دیا، یہ دہشت گردی کی اصل اور اساس ہے، حالانکہ ان کا ایک دوسرا رسالہ موجود ہے "قاعده في قتال الكفار" (۱۰) کفار سے قتال کب کیا جائے اور کیوں کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ زیادتی کریں اور ہجوم کریں تو دفاع ہمارا حق ہے اسی طرح کفار سے جو قتال ہے کیا صرف ان کی کفر کی وجہ سے ہے کہ ان کو باقی نہ رہنے دیا جائے یا یہ کہ ان کی زیادتی اور ان کے ظلم کی بنیاد پر، تو انہوں نے کہا کہ مجرد ان کے کفر کی وجہ سے نہیں، کہ ان کا کافر رہنا اسے قتال کا داعی ہے، ایسا کچھ بھی نہیں ہے، اب مشکل یہ کہ وہ رسالہ ''مجموع الفتاویٰ'' میں موجود نہیں ہے بلکہ وہ اس سے باہر چھپتا ہے۔ تو بالکل جس کے خلاف ابن تیمیہ نے لکھا

ہے،اس کے خلاف ابن تیمیہ کی جانب وہ چیزیں منسوب کی جارہی ہیں،تو اس لیےبھی ابن تیمیہ کو پڑھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے صحیح افکار وخیالات کیا ہیں۔تیسری بات یہ کہ عام طور پر کسی بھی مفکر کو پڑھنے کے لیے ان کے بارے میں جو لکھا گیا ہے وہ پڑھتے ہیں،خود اصل مصنف کو نہیں پڑھتے،ہمیں مولانا ابوالکلام آزاد علامہ اقبال وغیرہ کے بارے میں پڑھنا ہےتو خود ان کی کتابیں ہم نہیں پڑھیں گے،دوسرے نے جو پڑھا ہے وہ اس کا اپنا تجزیہ ہے۔ابن تیمیہ کو لوگ پڑھنے سے اس وجہ سے بھی دور بھاگتے ہیں کہ وہ یہ سوچتے ہوں کہ ابن تیمیہ بڑے بھاری بھرکم اسلوب میں لکھتے ہوں گے،اور نہ جانے کیا کیا حالانکہ اتنے آسان اور سہل ممتنع جس کو کہا جاسکتا ہے اس اسلوب میں وہ لکھتے ہیں کہ کوئی بھی عربی کی تھوڑی سے شد بد رکھنے والا ان کی کتابیں پڑھ سکتا ہے۔بلکہ ترجمہ سے زیادہ وہ ڈائرکٹ ان کی کتابیں پڑھ کر کے سمجھ سکتے ہیں،اس لیے ابن تیمیہ کی اصل تحریروں کو پڑھیں،ایسے ہی ایک بات وہ ایک موضوع سے اتنی جگہوں پر لکھتے ہیں اور کہیں بھی تضاد نہیں ملے گا۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابن تیمیہ کو خود پڑھیں اور دوسرے مفکرین مثلاً غزالی،رازی،ابن سینا نے جو کچھ کہا ہے ان کو دیکھیں کہ ان کے درمیان کیا کچھ ہے۔ایک آخری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابن تیمیہ کا جو اسلوب ہے وہ اتنا علمی اور سنجیدہ ہے،کہ مخالف کی جب کوئی عبارت نقل کرتے ہیں تو مکمل کا مکمل نوٹ کرتے ہیں چاہے دو صفحہ ہو چار صفحہ ہو یا دس صفحہ ہو اس کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہیں،ابن تیمیہ کے مخالفین کو میں نے دیکھا آج تک جتنی کتابیں میری نظر سے گزری ہیں وہ ابن تیمیہ کی اصل عبارتوں کو مکمل نہیں نوٹ کرتے ہیں اور اس کا بالمعنی ایک مفہوم نکال کر کے ابن تیمیہ کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔تو اصل کہنے کا مطلب ہے کہ طریقہ علمی اور سنجیدہ ہونا چاہیے۔

حواشی: آفاق احمد

(۱)جون ہوفر ایک مستشرق ہے،ان کی ایک کتاب ہے''ابن تیمیہ حیاته و فکرہ''۔اس کا عربی میں ترجمہ ''عمرو علی بسیونی''۔نے کیا ہے۔

(۲)تفسير آيات أشكلت على كثير من العلماء حتى لا يوجد في طائفة من كتب التفسير فيها القول الصواب بل لا يوجد فيها إلا ما هو خطأ لابن تيميه ۔ المحقق: عبد العزيز بن محمد الخليفة۔

أصل هذا الكتاب هو رسالة نال بها الباحث درجة الماجستير في القرآن وعلومه من كلية أصول الدين - جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية في الرياض۔- من ضمن مؤلفات ابن

تيمية المطبوعة غير ما في مجموع الفتاوى

(۳)شرح حديث إنما الأعمال بالنيات. تأليف: شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله عليه. تحقیق:الشیخ محمد عزیر شمس۔علامہ عزیر شمس رحمہ اللہ نے ابن تیمیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر سے اسے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔

(۴)حدیث کے باب میں ابن تیمیہ کا مقام کیا تھا،اس سلسلہ میں امام ذہبی کا یہ قول قابل ذکر ہے۔"كل حديث لا يعرفه ابن تيمية فليس بحديث" (ذيل طبقات الحنابلة)(۴/۵۰۰)،وابن عبد الهادي الدِّمشقيُّ في كلٍّ من (طبقات علماء الحديث)(۴/۲۸۸)و(العقود الدُّريَّة)(ص:۴۱)،وابن يوسف الحنبلي في (الشَّهادة الزَّكيَّة)(ص:۴۱).مزید حدیث اور علوم حدیث میں ان کی خدمات جاننی ہوتو اس کتاب کا مطالعہ کریں۔"شيخ الإسلام ابن تيمية وجهوده في الحديث وعلومه"المؤلف: عبد الرحمن بن عبد الجبار الفريوائي، عدد المجلدات:۴۔

(۵)شرح عمدة الفقه، الناشر: دار عطاءات العلم (الرياض) عدد الأجزاء:۵،ابن تيمية بين فقهين تأملات كاشفة في مضامين فقه شيخ الإسلام. تأليف: الدكتور خالد بن عبد العزيز السعيد، منهج ابن تيمية في الفقه

مؤلف: سعود بن صالح العطيشان الصفحات:۵۹۸

كتاب الاختيارات الفقهية لشيخ الاسلام ابن تيمية لدى تلاميذه، (سامى بن جاد الله)

(۶)قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله :"الْجُنَيْد مِنْ شُيُوخِ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ الْمُتَّبِعِينَ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ". "مجموع الفتاوىٰ" (۵/۱۲۶)"جنید اہلِ معرفت کے ان بزرگوں میں سے ہیں جو کتاب و سنت کی اتباع کرتے ہیں"۔

وقال أيضا:" كَانَ الْجُنَيْد رحمه الله سَيِّدُ الطَّائِفَةِ، إمَامَ هُدًى". (مجموع الفتاوى)(۵/۴۹۱) جنید بغدادی صوفیہ کے سردار اور ہدایت کے پیشوا تھے۔

ابن تیمیہ کے علاوہ کئی ایک علماء سلف نے بھی جنید بغدادی اور پرانے متقدمین صوفیہ کی تعریف کی ہے۔جو وحدہ الوجود،حلول جیسے باطل عقائد سے دور تھے۔

تصوف کے سلسلہ میں ابن تیمیہ کے موقف کو جاننے کے لیے دیکھیں۔"موقف ابن تيمية من الصوفية" جمع و تحقيق و دراسه محمد بن عد الرحمان العريفى"۔اسی طرح مجموع الفتاویٰ کی گیارہویں جلد جو"کتاب التصوف"کے نام سے خاص ہے اسے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۷) مدارج السالکین ابن قیم کی بڑی مشہور ومعروف کتاب ہے جو سورہ فاتحہ کی ایک آیت "ایاک نعبد وایاک نستعین" کی تفسیر پر ہے، ضمنی طور پر کئی ایک مفید مباحث بھی مل جائیں گے۔ جہاں تک تصوف وغیرہ کے مسائل کی بات ہے تو علامہ سید رشید رضا مصری کہتے ہیں کہ: "أفضل كتب التصوف وأنفعها". "مدارج السالكين" (۱ ـ۹۱، ط عطاءات العلم)۔

(۸) صاحب فصول الحکم سے مراد ابن عربی ہیں، ابن عربی خود گمراہ شخص تھے اور ان کی اس کتاب کے اندر بھی کئی قسم کی گمراہیاں اور شرکیہ باتیں موجود ہیں، شیخ الاسلام نے اس کتاب پر رد لکھا ہے اس کا نام ہے۔ "الرد الأقوم على ما في فصوص الحكم"۔

(۹) وسئل رحمه الله: عن بلد "ماردين" هل هي بلد حرب أم بلد سلم؟ وهل يجب على المسلم المقيم بها الهجرة إلى بلاد الإسلام أم لا؟ وإذا وجبت عليه الهجرة ولم يهاجر وساعد أعداء المسلمين بنفسه أو ماله هل يأثم في ذلك؟ وهل يأثم من رماه بالنفاق وسبه به أم لا؟

فأجاب:

الحمد لله، دماء المسلمين وأموالهم محرمة حيث كانوا في "ماردين" أو غيرها. وإعانة الخارجين عن شريعة دين الإسلام محرمة سواء كانوا أهل ماردين أو غيرهم. والمقيم بها إن كان عاجزا عن إقامة دينه وجبت الهجرة عليه. وإلا استحبت ولم تجب. ومساعدتهم لعدو المسلمين بالأنفس والأموال محرمة عليهم ويجب عليهم الامتناع من ذلك بأي طريق أمكنهم من تغيب أو تعريض أو مصانعة، فإذا لم يمكن إلا بالهجرة تعينت. ولا يحل سبهم عموما ورميهم بالنفاق، بل السب والرمي بالنفاق يقع على الصفات المذكورة في الكتاب والسنة فيدخل فيها بعض أهل ماردين وغيرهم. وأما كونها دار حرب أو سلم فهي مركبة: فيها المعنيان، ليست "بمنزلة دار السلم التي تجري عليها أحكام الإسلام، لكون جندها مسلمين، ولا بمنزلة دار الحرب التي أهلها كفار، بل هي قسم ثالث يعامل المسلم فيها بما يستحقه ويقاتل الخارج عن شريعة الإسلام بما يستحقه. (مجموع الفتاویٰ:(۲۸/۲۴۰ـ۲۴۱)

(۱۰) كتاب قاعدة مختصرة في قتال الكفار ومهادنتهم وتحريم قتلهم لمجرد كفرهم لابن تيمية-حققها ودرسها دراسة مقارنة: د. عبد العزيز بن عبد الله بن إبراهِيم الزير آل حمدعدد الصفحات: ۲۲۱

جاری..........

قسط:اول

نماز جنازہ میں اعلان کی شرعی حیثیت

تحریر: محمد مصطفیٰ کعبی ازہری؍فاضل الازہر یونیورسٹی مصر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين محمد وعلى آله وصحبه اجمعين۔

موت سے کسی کو مفر نہیں اور یہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جو کسی لمحہ بھی انسان کو دامن گیر ہوسکتی ہے لہٰذا عقل مند و دانش کا مالک وہی شخص ہے جو ہر وقت نیک عمل کرتا رہتا ہے اور بدعات و محرمات سے کنارہ کش ہو کر موت کے لیے مستعد رہے۔

اور میت کے اقرباء پر لازم ہے کہ موت پر صبر کریں اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھیں۔[البقرہ:155،156، 157 صحيح البخاری:1283]

عربی زبان میں موت کی اطلاع دینے یا اعلان کرنے کے لیے لفظ ''نعی'' کا استعمال ہوتا ہے۔[القاموس المحيط : ص: 1726، والنہاية لابن الكثير:5/85-86]

''نعی'' کی تعریف: نعی جس کا معنیٰ موت کی خبر دینا ہوتا ہے اور نعی کی متعدد اقسام ہیں ان میں سے بعض نعی منع ہے اور بعض نعی جائز ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد الترمذي (المتوفی:۲۷۹) فرماتے ہیں کہ:''والنعي عندهم أن ينادى في الناس أن فلاناً مات ليشهدوا جنازته''. ''ان کے ہاں نعی (فوتگی کا اعلان) یہ تھا کہ لوگوں میں اسی شخص کی فوتگی کا اعلان کرنا تا کہ لوگ اس کے جنازے میں شرکت کر سکیں''۔[سنن ترمذی:985]

''نعی'' کے اقسام: علماء کرام نے نعی کو بنیادی طور پر تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) حرام نعی (۲) مکروہ نعی (۳) جائز نعی

حرام نعی کی تعریف: زکریا الانصاری فرماتے ہیں کہ:''وهو الذي يكون كنعي أهل الجاهلية، القائم على النداء بذلك في المحافل العامة مع ذكر مفاخر الميت ومآثره ، أو أن يصاحبه نحيب أو عويل أو جزع''. ''اہل جاہلیت کی طرح عوامی محفلوں میں میت کی خوبیاں اور حسب نسب ذکر کیا جائے، اور اس کے ساتھ جزع فزع اور بین بھی شامل ہو''۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں حاشیہ:[الجمل على المنهج لزكريا الأنصاري:3/687]

اسی طرح سے شیخ مقبول احمد سلفی داعی اسلامک دعوۃ سنٹر شمالی طائف مسرہ سعودی عرب فرماتے ہیں کہ:''ممنوع نعی

وہ ہے جو جاہلیت کا طریقہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی مرجاتا تو ایک آدمی کسی جانور پر سوار ہوکر گلی کوچوں میں گھوم گھوم کر اور چیخ چیخ کر اس کی موت کا اعلان اور تشہیر کرتا، نوحہ خوانی کرتا، میت کی خوبیاں اور اس کے فضائل ومناقب ذکر کرتا"۔(حوالہ: مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے میت کا اعلان کرنا، اسی مضمون سے منقول ہے)

مکروہ نعی کی تعریف: مکروہ نعی یہ ہے کہ فوتگی کی خبر بلند آوازیں لگا کر دیں تاہم اس میں میت کی خوبیوں اور حسب نسب کا ذکر نہ ہو۔

جائز نعی کی تعریف: وفات پانے والے مسلمان شخص کا اعلان کرنا تا کہ لوگ جنازہ اور اس کی تجہیز وتکفین میں شریک ہوسکیں۔

اسی طرح سے اگر کوئی مسلمان شخص وفات پا جائے تو مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کرنے کا مقصد میت کے جنازہ اور اس کی تجہیز وتکفین کی خبر دینا ہوتا ہے اور یہ درست ہے۔ کیونکہ نعی کی یہ آخری قسم صحیح احادیث نبویہ سے ثابت اور جائز ہے، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر دی، اور اسی طرح جنگ موتہ کے شہدا اور دیگر لوگوں کی وفات کی اطلاع دی۔

وفات کی اطلاع دینا (یا اعلان کرنا) سنت ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ . "ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کا اعلان اسی دن کیا جس دن اس کی موت ہوئی تھی، اور وہ انہیں لے کر جنازگاہ میں گئے اور صفیں بنا کر اس کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں"۔[صحيح البخاري:1295]

وفي رواية للبخاري :"نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ : اسْتَغْفِرُوا لأَخِيكُمْ"۔ ''اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ:"ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ والے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دی جس دن وہ فوت ہوا، اور فرمایا:"اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو"۔[صحيح البخاري:3880]

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:"فِيهِ: اِسْتِحْبَاب الإِعْلام بِالْمَيِّتِ لا عَلَى صُورَة نَعْي الْجَاهِلِيَّة، بَلْ مُجَرَّد إِعْلَام للصَّلَاة عَلَيْهِ وَتَشْيِيعه وَقَضَاء حَقّه فِي ذَلِكَ، وَالَّذِي جَاءَ مِنْ النَّهْي عَنْ النَّعْي لَيْسَ الْمُرَاد بِهِ هَذَا، وَإِنَّمَا الْمُرَاد نَعْي الْجَاهِلِيَّة الْمُشْتَمِل عَلَى ذِكْر الْمَفَاخِر وَغَيْرهَا " .

”اس حدیث میں فوتگی کی خبر دینے کا استحباب ہے،لیکن یہ اس طریقہ پر نہیں جو جاہلیت میں تھا، بلکہ صرف اس کی نماز جنازہ کی ادائیگی اور اس کا حق ادا کرنے کے لیے، اور جس نعی کی نہی وارد ہوئی ہے اس سے یہ مراد نہیں، بلکہ اس سے دور جاہلیت میں فوتگی کے اعلان کا طریقہ ہے، جو مفاخرہ وغیرہ پر مشتمل تھا“۔[شرح مسلم للإمام النووي : 7 / 21]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوْ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ ، فَمَاتَ ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوا : مَاتَ . قَالَ : أَفَلا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ؟! دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا ، فَأَتَى قَبْرَهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا. ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ مرد یا عورت مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا تو وہ فوت ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو صحابہ کہنے لگے: وہ فوت ہو گیا ہے، تو رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے اس کے متعلق مجھے کیوں نہ بتایا ؟! مجھے اس کی قبر بتاؤ یا فرمایا: اس عورت کی قبر بتاؤ، تو رسول اکریم ﷺ کو اس کی قبر بتایا گیا تو آپ ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی“۔[صحيح البخاري: 458]

فائدہ(1): شیخ محمد صالح المنجد فرماتے ہیں کہ:"وهذان الحديثان ظاهران في إباحة الإعلام بالموت لأجل الصلاة ، والدعاء له ، بل هما دالان على الاستحباب ، ولأن ذلك وسيلة لأداء حقه من الصلاة عليه واتباع جنازته". ”مندرجہ بالا دونوں حدیثیں نماز جنازہ اور اس کے دعائے استغفار کے لیے وفات کا اعلان کرنے کے استحباب پر ظاہری دلالت کر رہی ہیں، بلکہ یہ استحباب پر دلالت کرتی ہیں، اور اس لیے بھی کہ یہ اس کا حق نماز جنازہ کی ادائیگی اور جنازہ کے ساتھ جانے کے لیے وسیلہ ہے“۔(اسلام سوال وجواب نمبر:6008)

فائدہ(2): شیخ عبدالولی عبدالقوی حفظہ اللہ داعی مکتب دعوۃ توعیۃ جالیات الحائط سعودی عرب فرماتے ہیں کہ: ”مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرعی طریقہ سے کسی کے وفات کی خبر دینا جائز، بلکہ مستحب ہے، تاکہ نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور میت کے لیے دعائے رحمت ومغفرت کر سکیں“۔

چنانچہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی کو خبر دے، یا جدید وسائل موبائل فون فیس بک، یا واٹس اپ گروپس کے ذریعہ اطلاع دے دی جائے یا مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان کر دیا جائے، ان سبھی شکلوں میں کوئی حرج نہیں ہے۔(مسائل جنازہ پر ایک تحقیقی جائزہ:ص108)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ. انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو زید، جعفر، اور

ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موت خبر اس وقت دی جبکہ ان کی موت کی خبر پہنچی نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جھنڈا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے، اور پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے، اور پھر ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتح نصیب فرمائی“۔[صحيح البخاري: 4262]

فائدہ: معلوم ہوا کہ لوگوں کو موت کی خبر دینا سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زید، جعفر، اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موت کی خبر اس وقت دی جبکہ ان کی موت کی خبر پہنچی نہ تھی جیسا کہ حدیث موجود ہے۔ اور اسی طرح سے نماز جنازہ کے علاوہ کسی اور مصلحت کے لیے فوتگی شخص کے لیے اعلان کرنا جائز ہے۔

وفات کی اطلاع دینے والے کو چاہیے کہ لوگوں کو میت کے لیے استغفار کرنے کی تلقین کرے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ، فَقَالَ :”أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ، وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ، حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ“. انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زید، جعفر، اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو موت کی خبر اس وقت دی جبکہ ان کی موت کی خبر پہنچی نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جھنڈا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ شہید ہو گئے، اور پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے، اور پھر ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑا تو وہ بھی شہید ہو گئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر فتح نصیب فرمائی“۔[صحيح البخاري 4262]

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین صحابہ کی شہادت کا اعلان کیا، اور یہ اعلان ان کی نماز جنازہ کے لیے نہ تھا، بلکہ مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی خبر دینا اور جو کچھ ان کے ساتھ میدان جہاد میں بیت رہا تھا وہ بتانا مقصود تھا۔ تو اس بنا پر ہر صحیح مقصد اور غرض کے لیے فوتگی شخص کا اعلان کرنا جائز ہے، مثلاً اس کے لیے دعائے استغفار، یا تحلیل وغیرہ کے لیے۔[نهاية المحتاج : 3 / 20]

جاہلیت کے طریقہ پر موت کا اعلان کرنا جائز نہیں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:”إِذَا مِتُّ فَلَا تُؤْذِنُوا بِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ نَعْيًا ؛

فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النَّعْيِ". "جب میرا انتقال ہوجائے، تو میری موت کا اعلان نہ کرنا، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ نعی میں داخل نہ ہوجائے، کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نعی سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے"۔[إسناده حسن، سنن الترمذي : 986]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"إِيَّاكُمْ وَالنَّعْيَ ؛ فَإِنَّ النَّعْيَ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ ". قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : وَالنَّعْيُ أَذَانٌ بِالْمَيِّتِ". [حسن أنظر السابق: رواه الترمذي في سننه : 984 و 985]

فائدہ(1): حافظ ابن حجر العسقلانی (المتوفی:852) فرماتے ہیں کہ:"النَّعْي لَيْسَ مَمْنُوعًا كُلّه , وَإِنَّمَا نُهِيَ عَمَّا كَانَ أَهْل الْجَاهِلِيَّة يَصْنَعُونَهُ فَكَانُوا يُرْسِلُونَ مَنْ يُعْلِن بِخَبَرِ مَوْت الْمَيِّت عَلَى أَبْوَاب الدُّور وَالأَسْوَاق". "ہر قسم کی نعی اور فوتگی کا اعلان ممنوع نہیں ہے، بلکہ وہ نعی اور اعلان ممنوع ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے، کہ لوگوں کے گھروں کے دروازوں اور بازاروں میں جا کر فوتگی کا اعلان کرتا"۔[فتح البارى : 3 / 116]

فائدہ:(2) امام یحیٰی بن شرف النووی (المتوفی:676ھ) فرماتے ہیں کہ:" وہ گھوم گھوم کر میت کے محاسن ومفاخر کو بیان کرتے اور پھر اس کے موت کی خبر دیتے، یہ طریقہ حرام، دور جاہلیت کا طریقہ ہے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے"۔[المجموع للنووى : 5 / 216]

فائدہ(3) شیخ محمد عبدالرحمن مبارکپوری (1353ھ) فرماتے ہیں کہ:"الظَّاهِرُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرَادَ بِالنَّعْيِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَعْنَاهُ اللُّغَوِيَّ وَحَمَلَ النَّهْيَ عَلَى مُطْلَقِ النَّعْيِ. وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنَّ الْمُرَادَ بِالنَّعْيِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ النَّعْيُ الْمَعْرُوفُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ". "ظاہر یہی ہوتا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث میں نعی سے مراد لغوی معنیٰ لیا ہے، اور اسے مطلقاً نعی پر محمول کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم کا کہنا ہے کہ: اس حدیث میں نعی اور فوتگی کے اعلان سے مراد جاہلیت والی نعی ہے"۔[تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي : 4 / 51]

فائدہ(4): شیخ عبدالولی عبدالقوی حفظہ اللہ داعی مکتب دعوۃ توعیۃ جالیات الحائط سعودی عرب فرماتے ہیں کہ:" میت کے محاسن ومفاخر کو بیان کر کے یا نوحہ وماتم اور شور وواویلا کے ساتھ موت کا اعلان کرنا حرام ہے، یہ دور جاہلیت کا طریقہ ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے"۔(مسائل جنازہ پر ایک تحقیقی جائزہ:ص:111)

جاری.......

(قسط:۱۹)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کی کتابوں کا تعارفی سلسلہ

ابو یوسف آفاق احمد السنابلی المدنی

"منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية" کا تعارف پیش خدمت ہے۔

کتاب کا تعارف:

منہاج السنہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی کی سب سے عظیم، مشہور، ضخیم اور قیمتی تصنیفات میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب شیعیت کے رد میں لکھی گئی ہے اور اصل میں شیعہ کے معروف عالم ابن المطہر الحلی کی کتاب "منهاج الكرامه فی معرفة الامامه" کا تفصیلی جواب ہے۔ یہاں "امامت" سے مراد وہ امامت ہے جسے شیعہ اپنے دین کے بنیادی اور اہم اصولوں میں سے ایک مانتے ہیں۔

اس کتاب میں ابن تیمیہ نے شیعہ کے تمام شبہات کا رد کیا ہے، ان کے مذہب کے بطلان کو واضح کیا ہے۔ اس میں احادیث کی تحقیق، تاریخی واقعات کی جانچ پڑتال، فقہی مسائل کی بڑی گہرائی اور باریک بینی سے تحقیق کی گئی ہے۔ نیز ہر اس مسئلے میں گہری اور اصیل بحثیں پیش کی گئی ہیں جن کا ذکر ابن المطہر الحلی نے اپنی کتاب کے اندر ذکر کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کیا تھا۔

یہ کتاب اتنی عظیم ہے کہ مخالفین نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔ اس میں ایک انتہائی مشکل اور دقیق مسئلہ "قدم العالم" (عالم کی ازلیت) اور تسلسل حوادث کا مفصل اور طویل رد موجود ہے۔

ابن تیمیہ نے ابن المطہر کے ساتھ جن اہم مسائل پر بحث کی، ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے مواقف، اور ابن المطہر کے طعن و تشنیع اور افتراء پردازی کا ازالہ۔

(۲) امامت اور عصمت (معصومیت) کا مسئلہ۔

(۳) اہل سنت کا منہج صفات باری الہی اور قدر کے بارے میں، اسے رافضہ اور ان کے معتزلہ اساتذہ کے منہج سے موازنہ کرتے ہوئے ان کے جھوٹ افتراء پردازیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔

یہ کتاب ابن تیمیہ کے بعد آنے والے ہر شخص کے لیے مرجع رہی ہے اور شیعہ کے رد میں ایک جامع کتاب ہے۔ کتاب وسنت اور آثار سلف پر اعتماد کر کے یہ کتاب ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔

یہ کتاب شیعہ کے تمام دعووں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مسترد کرتی ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کی پختگی اور حقانیت کو واضح کرتی ہے۔

منہاج السنہ کی تالیف کا سبب:

منہاج السنۃ ایک مشہور رافضی شیعہ عالم حسن بن یوسف بن علی بن المطہر الحلی کے جواب میں لکھی گئی۔ رافضی مصنف نے "المنهاج الكرامة فى معرفة الامامة" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ۔ یہ کتاب اہل سنت وشیعہ کے مابین متنازع مسائل ومباحث سے لبریز اور من گھڑت وموضوع روایات کا پلندہ تھی۔ اوراس میں سابقین اولین صحابہ کو جی بھر کر گالیاں دی گئی تھیں۔امت مسلمہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے عظیم احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے کتاب مذکور کے جواب میں ''منہاج الاعتدال فی نقض کلام اہل الرفض والاعتدال'' کے نام سے ایک کبیر الحجم کتاب لکھی جو کہ لوگوں میں ''منہاج السنۃ'' کے نام سے معروف ہوئی۔امام ابن تیمیہ نے رافضی مؤلف کے اٹھائے ہوئے تمام اعتراضات واشکالات اورمطاعن ومصائب کامدلل ومسکت جوابات دیے۔شیخ الاسلام کی ہر بات عقل ونقل کی دلیل سے مزین اور محکم استدلال پر مبنی ہے آپ نے روافض کے تمام افکارونظریات کے تاروبود بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔امام موصوف شیعہ مصنف ابن المطہر کی کتاب سے عبارت نقل کرکے اس کا رد کرتے ہیں۔فریقین کے دلائل کی موجودگی میں ایک باانصاف اور سلیم العقل انسان کے لیے فیصلہ صادر کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کے سامنے آتی ہے کہ شیعہ مصنف کی پیش کردہ احادیث جھوٹ کا پلندہ ہیں اور وہ اکثر جھوٹی روایات سے احتجاج کرنے کا خوگر تھا۔ردّ رافضیت پر یہ ایک مستند کتاب ہے۔کبار علماء کے بقول'' نیلے آسمان کے نیچے اور فرشِ زمین کے اوپر ردّ رافضیت پر اس سے بہترین کتاب آج تک نہیں لکھی گئی''۔(یہ پوری عبارت منہاج السنہ اردو مترجم شفیق پیرزادہ کی کتاب جلداول سے لی گئی ہے۔عربی کتابوں میں بھی یہی تفصیل ملے گی)۔

طباعت: یہ کتاب سب سے پہلے مطبع بولاق مصر سے ۱۳۲۱ھ میں چار جلدوں میں شائع ہوئی۔

سب سے بہترین طباعت: سب سے بہترین نسخہ وہ ہے جو دکتور محمد رشاد سالم کی تحقیق سے جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ سے ۹ جلدوں میں فہارس علمیہ کے ساتھ میں مطبوع ہے۔

علماء کی نظر میں منہاج السنہ کا مقام:

قال محمد كُرد علي في: "كنوز الأجداد. ص:٣٤٩۔ "ولو لم يكن له إلَّا: "منهاج السنة" لكفاه على الأيام فخرًا لا يبلى، ففيه مثال من علمه وقوة حجته ومعرفته بالملل والنحل، وإذا قلنا:

إنّه لم يؤلف نظيره في الرد على المخالفين لأهل السنة؛ لَصدَّقَنا كل منصف من أهل القبلة. وكتاب: "منهاج السنة" من أصح الشهادات على علو كعبه في معرفة الشرع وما تقلب عليه، وما حاول بعض أهل الأهواء من العبث به، وفيما أورده الموافقون والمخالفون من صحيح الآراء وبهرجها، وكان عنوان مداركه الواسعة بتاريخ الإسلام وتاريخ الملل والنحل، ولو ادَّعينا أنه لم يأتِ عالم يعرف ما طرأ على الدين ومذاهب أهله فيه ساعة ساعة ويومًا يومًا ما قدر أحد على رد دعوانا" انتهى۔(المداخل إلى آثار شيخ الإسلام ابن تيمية« (ص:۵۷)۔

اگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی صرف ایک کتاب "منہاج السنہ" ہی ہوتی تو بھی ان کے لیے کافی تھا کہ زمانہ اس پر فخر کرتا اور مرور زمانہ کے سبب اس کی شان میں کمی نہ آتی۔اس کتاب میں شیخ الاسلام کے علمی مقام ومرتبہ،قوت استنباط ، ادیان وفرق کے سلسلہ میں گہری معرفت وغیرہ کی جھلک بہت نمایاں طور پر ایک قاری کو دکھائی دے گی۔

اور اگر ہم یہ کہیں کہ اہلِ سنت کے مخالفین کے رد میں اپنے آپ میں یہ ایک بے نظیر کتاب ہے،تو اہلِ قبلہ کا ہر منصف شخص ہماری اس بات کی تصدیق کرے گا۔

کتاب "منہاج السنہ" ابن تیمیہ کے شریعت کے باب میں علو مرتبت اور اُس کے احاطۂ علم پر سب سے صحیح شہادت ہے۔اُس میں اُس نے ہوائے نفس والوں کے ہر قسم کے عبث و بے ہودہ کلام کا ذکر کیا،موافقین اور مخالفین کی طرف سے پیش کیے گئے درست اور غلط آراء ونظریات کو یکجا کیا۔

ان کے علم ومعرفت کا ایک روشن عنوان ہی اسلام کی تاریخ اور ادیان وفرق کی تاریخ کا ہے۔اگر دعویٰ کے ساتھ یہ بات کہی جائے کہ اب تک تاریخ اسلام میں کوئی عالم ابن تیمیہ کی طرح ایسا نہیں گزرا جس نے دین کے نام پر مرور زمانہ کے ساتھ ملاوٹ اور دین میں کی جانے والی مختلف تبدیلیوں سے واقفیت حاصل کی ہو اور اسے واشگاف کر کے اس کی اصلاح کی ہو،تو کوئی شخص ہمارے اس دعوے کو رد نہیں کر سکے گا۔

لجنہ دائمہ کی طرف سے تعریف:

س: ما رأيكم في كتابي شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: [منهاج السنة] و [شرح حديث النزول] ؟

ج: هذان الكتابان من خير الكتب علما واستدلالا وحسن بيان وقوة في رد الباطل ونصرة الحق وسلامة في العقيدة، ولا يوجد كتاب في الرد على الرافضة -فيما نعلم- مثل كتاب [منهاج السنة] ولا كتاب في شرح حديث النزول أكمل من كتابه في [شرح حديث النزول] فيما نعلم.«اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاءعضو...عضو...نائب رئيس اللجنة... الرئيس

عبد الله بن قعود...عبد الله بن غديان...عبد الرزاق عفيفي...عبد العزيز بن عبد الله بن باز۔

سعودی فتوی کمیٹی سے شیخ الاسلام کی دو کتابوں منہاج السنہ اور شرح حدیث النزول کے بارے میں سوال کیا گیا؟

اس کمیٹی کا جواب تھا کہ روافض کے رد میں اس طرح کی کوئی اور کتاب نہیں ہے اور شرح حدیث النزل پر سب سے اکمل یہی ابن تیمیہ کی کتاب ہے۔[فتاوى اللجنة الدائمة - المجموعة الأولى:۲/۲۵۶]

منہاج السنہ کی عصری معنویت وحیثیت:

امام ابن تیمیہ کی ''منہاج السنہ'' الحادی حملوں کا بہترین جواب ہے۔

ممکن ہے کچھ لوگ یہ کہیں کہ آج کے دور میں امام ابن تیمیہ کی تصانیف اور افکار کا مطالعہ کیوں کر مفید ہوسکتا ہے تو اس بارے میں ہم ایک زندہ گواہی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے:

کہ فکری اعتبار سے بھی عصر حاضر میں الحادی حملوں اور گمراہ کن نظریات سے بچانے میں شیخ الاسلام کی تصنیفات کس قدر مفید ہیں۔

ماضی قریب میں صوفی نذیر احمد کشمیری کے نام سے ایک بڑی متحرک اور علمی شخصیت گزری ہے۔

وہ کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی تھے اور آزادی وطن کے لیے بھی انہوں نے ہندوستان بھر کے زعماء کے شانہ بہ شانہ بڑی طویل جدوجہد کی تھی۔

وہ اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ مجھ پر ایک وقت ایسا آیا جب میں بڑے ہی گمراہ کن خیالات کا اسیر ہو گیا جن سے رہائی کی کوئی راہ نہیں مل رہی تھی۔

اسی دوران میں راول پنڈی کے ایک عالم دین نے مجھے نصیحت کی کہ آپ امام ابن تیمیہ کی کتاب منهاج السنة'' اور ''الجواب الصحيح'' کا مطالعہ کریں۔

صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان کتابوں کو پڑھا تو میری آنکھیں کھل گئیں اور میں سمجھ گیا کہ کیا حق اور کیا باطل ہے، اور یہ کہ میں کس قسم کی غلطی میں مبتلا تھا۔

پھر اللہ کے فضل سے میں اس دنیا سے نکل آیا اور رشد وہدایت کی دنیا میں واپس آ گیا۔

صوفی صاحب ان دونوں کتابوں کے بہت زیادہ مداح تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی آدمی شبہات میں مبتلا ہے اور حق وہدایت کا طالب ہے تو وہ ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرے، اس کی تشفی ہو جائے گی۔ دنیا میں جتنی گمراہیاں پھیلائی گئی ہیں ان سب کا ردّ ان کتابوں میں موجود ہے۔(قافلہ حدیث، مؤلف اسحاق بھٹی:ص:۲۱۰)

فوائد علمیہ:

(۱) شیطان نے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے، لوگوں کے لیے دو بدعتیں ایجاد کیں۔

ایک عاشوراء کے دن حزن والم کی بدعت، جس میں گال پیٹنا، چیخنا پکارنا، رونا، پیاسہ رہنا، مرثیہ خوانی کرنا، اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ سلف صالحین پر لعن طعن اور انہیں گالی دینا، بے گناہوں کو گنہگاروں کے ساتھ ملا کر انہیں بھی موردِ الزام ٹھہرانا، حتیٰ کہ سابقون اولین (یعنی ابتدائی مہاجرین وانصار) تک کو گالیاں دی جاتی ہیں، اور حضرت حسین کے قتل کی وہ روایات پڑھی جاتی ہیں جن میں سے اکثر من گھڑت ہیں۔

اور جس نے بھی یہ دروازہ کھولا ہے اس کا مقصد امت کے درمیان فتنہ اور تفرقہ کے سوا کچھ بھی نہیں تھا، تمام مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ ماضی میں اسلاف امت کے مابین رونما ہونے والے حادثات کو بیان کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی مستحب ہے، بلکہ پرانے وقوع پذیر حوادث اور واقعات کو بیان کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

اور دوسری بدعتِ سرور وفرح (خوشی اور مسرت کی)۔ اور یہ ناصبیت کا گروہ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے بغض رکھتے ہیں۔

(۲) امہات الفضائل یہ ہیں، علم، دین، بہادری اور سخاوت۔

(۳) صدیق اکبر کا بڑا اونچا مقام ہے۔ اس مقام کا انکار منافق ہی کرسکتا ہے۔ تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی اور خاص اور نبی کی محفلوں میں سب سے زیادہ شریک رہنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے یعنی یہ مقام کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

(۴) وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى. اللہ رب العزت نے اپنے رسول کو ضلال اور غی سے پاک وصاف رکھا ہے، گمراہی عدم علم کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور غی نفسانی خواہشات کی پیروی کی بنیاد پر۔

(۵) دل کی سب سے بڑی خباثت یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں بغض وحسد اور نفرت ان لوگوں کے تعلق سے رکھے جو انبیاء کے بعد صف اول کے مؤمنین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

(۶) شیعہ کی حماقتیں کئی ایک ہیں، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس نہر سے پانی نہیں پیتے ہیں جسے یزید بن معاویہ نے کھدوایا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے ایسے نہر اور کنوؤں سے پانی پیا ہے جسے کھودوانے والے کفار تھے۔

(۷) تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے جھوٹی جماعت روافض کی ہے اور یہ جھوٹ ان کے یہاں بہت قدیم ہے۔

(۸) تمام محققین علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ الیاس اور خضر دونوں وفات پا چکے ہیں۔

(۹) قبرستان کی زیارت کرنے والے عموماً دو طرح کے ہوتے ہیں۔

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو اہل توحید ہیں خالص کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں۔دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو اہل بدعت ہیں۔

اہل توحید قبرستان کی زیارت اس مقصد سے کرتے ہیں تاکہ وہ میت کے لیے دعا کریں،جبکہ اہل بدعت کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ وہاں جاکر کے ان سے فریادیں طلب کریں،اور وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہاں پر اللہ سے کچھ مانگنا قبولیت کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔حالانکہ یہ سب بدعت ہے۔

(۱۰)''سد الذرائع'' کے تحت قبرستان میں نماز کی ادائیگی سے منع کیا گیا ہے،جیسے''سد الذرائع'' کے تحت طلوع آفتاب کے وقت نماز کی ادائیگی سے منع کیا گیا ہے۔

(۱۱) قبر نبوی کی زیارت سے متعلق جتنی بھی احایث ہیں وہ ساری کی ساری ضعیف یا تو موضوع ہیں۔

(۱۲) روافض کی جو بھی کتابیں پڑھے گا اور ان کی تقریریں سنے گا اسے معلوم ہوجائے گا کہ مخلوقات میں سے سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا گروہ یہی ہے۔

تحقیقات،شروحات،مختصرات وحواشی:

1- منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية : تحقيق محمد رشاد سالم. عدد الأجزاء9: الصفحات: 5346

2- مخُتْصَرُ مِنْهَاجِ السُّنَّة. اختصره الشيخ عبد الله الغنيمان

3- القواعد والفوائد الحديثية من منهاج السنة النبوية لشيخ الإسلام ابن تيمية

المؤلف: علي بن محمدالعمران. الناشر: دارالحضارة.- بلد النشر: الرياض، السعودية. عدد الأجزاء: 1. الصفحات: 197.

4-النقد التاريخي عند ابن تيمية من خلاله كتابه منهاج السنة النبوية. المؤلف: منيرة فيشوش إبتسامكروم.المحقق: عبدالعزيزشاكي. بلد النشر: المسيلة، الجزائر عدد الأجزاء:1 الصفحات: 66

5- المنتقى من منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال، جو مختصراً المنتقى من منهاج الاعتدال کے نام سے معروف ہے۔امام ذہبی نے اختصار کیا ہے۔حققه و علی حواشيه :محب

الدین الخطیب۔

علامہ ابن تیمیہ کی یہ کتاب چونکہ بڑی ضخیم تھی اس سے استفادہ قدرے مشکل محسوس ہوتا تھا، تو اس میں آسانی پیدا کرنے کے لیے شیخ الاسلام کے شاگرد رشید مشہور و معروف محدث امام ابوعبداللہ محمد بن عثمان ذہبی نے اس کتاب کا خلاصہ المنتقی کے نام سے تیار کیا۔

سرزمین شام کے مشہور و معروف سلفی عالم دین علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ نے المنتقی کے قلمی نسخہ کی منہاج السنہ مطبوعہ بولاق سے تقابل کر کے تصحیح کا اہتمام کیا۔

المنتقی کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا رہا کہ یہ مفقود ہے، پہلی مرتبہ حجاز کے نامور سلفی المشرب فاضل شیخ محمد نصیف رحمہ اللہ کو دیار شام کی سیاحت کے دوران ''المنتقی'' کا ایک مخطوطہ حلب کے مکتبہ عثمانیہ میں ملا، یوسف شافعی کا تحریر کردہ یہ ایک قدیم نسخہ تھا، کاتب رقمطراز ہے کہ وہ اس کی کتابت سے جمادی الاولیٰ ۸۲۴ھ میں یعنی امام ذہبی کی وفات کے بعد ۷۶ سال بعد فارغ ہوا۔ (منہاج السنہ، غلام احمد حریری: ص:۶)

6- تهذيب منهاج السنة النبوية ردود ابن تيمية على الحلي: المؤلف: محسن عبدالحميد: عدد الأجزاء: 1: الصفحات: 265

7- منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية- العلمية: المحقق: عبد الله محمود محمدعمر: الصفحات: 1662: عدد الأجزاء: 4

8- فوائد مختارة من كتاب منهاج السنة النبوية لشيخ الإسلام ابن تيمية: المؤلف: سليمان بن محمداللهيميد

9- مباحث أصول الفقه الواردة في كتاب منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، لشيخ الإسلام ابن تيمية۔ المؤلف: أحمدبن صالح الكناني الزهراني: المحقق: علي بن عبد العزيزالعمريني۔

10- مثل جمع تلميذه ابن عبد الهادي للأحاديث الضعيفة التي في: "منهاج السنة"، وجمع محمد بن قاسم لمناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما كذلك.

11-ملخص منهاج السنة لابن تيمية ، تلخيص الشيخ العلامة عبد الرحمن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب .

12- التقريب لمنهاج السنة النبوية۔

13- إعانة المحتاج من كتاب المنهاج شرف الراجحي

14- (أبو بكر الصديق بحث لَخَصه ورتبه الشيخ محمد بن عبدالرحمن بن قاسم - رحمه الله - من منهاج السنة۔

15-آل رسول الله وأولياؤه،موقف أهل السنة والشيعة من عقائدهم وفضائلهم، وفقههم، وفقهائهم، أصول فقه الشيعة وفقههم للشيخ محمد بن قاسم رحمه الله۔

16- أصول وقواعد منهجية قراءة في منهاج السنة النبوية، الصويان، أحمد۔

17-عصمة الأئمة بين أهل السنة والشيعة من خلال (منهاج السنة النبوية) الصويان، أحمد بن عبد الرحمٰن۔

18-المنهج الدعوي في الرد على المخالف دراسة نظرية تطبيقية على كتاب منهاج السنة النبوية لشيخ الإسلام ابن تيمية الجوير، نورة بنت محمد۔

19- الردود العقلية على الإمامية الإثني عشرية من كتاب منهاج السنة النبوية لابن تيمية جمع ودراسة۔ الشايع، عبد الله بن سليمان۔

20- منهاج السنة النبوية ودعوى الانفتاح الفكري۔ الحميدي، عبد العزيز بن أحمد۔

21- شيخ الإسلام في ضوء كتابه منهاج السنة النبوية۔ طاهري، عبد الرشيد۔

22-رؤية ابن تيمية لمكانة الزهراء "عليها السلام": دراسة كتابه منهاج السنة. شريف، إيسان كاظم۔

23- منهج ابن تيمية في الرد على الرافضة من خلال كتابه منهاج السنة. المطيري، فهد رشدان۔

24- منهج شيخ الإسلام ابن تيمية - رحمه الله - في الرد على عقائد المخالفين من خلال كتابه: منهاج السنة۔

25- موقف شيخ الاسلام ابن تيمية من الرافضة فى منهاج السنة۔ د۔ عبد الله بن ابراهيم بن عبد الله۔

اردو ترجمہ:

(۱) منہاج السنہ، غلام احمد حریری۔

(۲) ''منہاج السنۃ النبویہ'' پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

منہاج السنہ کے رد میں لکھی گئیں کتابیں:

1-منهاج السنة المحمدية في الرد على منهاج ابن نيمية عبد الرحمن العقيلي-

2- افترءات و مغالطات ابن تيمية في منهاج السنة النبوية علي التميمي-

جاری........

خاندان میں شادی کرنے کے فوائد

ابوعفیفہ فرقان جمیل رحمانی

میاں بیوی کا رشتہ تارِعنکبوت کے جیسا کمزور ہوتا ہے۔اس رشتے کو بحسن وخوبی نبھانا غیر معمولی کمال ہے جو ہر کسی کے بس میں نہیں ہوتا ہے۔اسی لیے طلاق وخلع کی شرح میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔میاں بیوی کے رشتے کے کمزور ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دونوں الگ الگ ماحول میں پلے بڑھے ہوتے ہیں، دونوں کے مکروہات، محبوبات، اصول حیات، نظریات وخیالات میں بعدالمشرقین ہوتا ہے۔اگراس کمزوری کوختم کردیا جائے تو بہت حدتک طلاق وخلع کے امکانات کم ہوجائیں۔اور خاندان میں شادی کرنا اس وجہ کمزوری کوختم کردیتا ہے۔ دونوں میاں بیوی جب ایک ہی خاندان کے ہوں گے تو دونوں کے طرز زندگی، اور پسند ناپسند میں حد درجہ یکسانیت ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ معاشی اور معاشرتی حیثیت بھی ایک ہو، جو دونوں کے رشتوں کے درمیان مضبوطی کی وجہ بن سکتی ہے۔

خاندان میں شادی کرنے کے بہت سارے فوائد ہیں چند فوائد درج ذیل ہیں۔

پہلا فائدہ:

خاندان میں شادی کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ رشتہ تلاش کرنے کی نوبت نہیں آتی ہے۔موجودہ زمانے میں کہ جب یک زوجگی کا رواج ہے رشتے آسانی سے نہیں ملتے ہیں اس کے لیے دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے۔ بے چاری مائیں پریشان ہوجاتی ہیں جہاں کہیں دو چار عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے رشتے کی بات چلا دیتی ہیں۔بسا اوقات رشتے تلاش کرنے میں ہی کئی مہینے صرف ہوجاتے ہیں۔حتیٰ کہ رشتے تلاش کرکے شادی کرانا باقاعدہ ایک پیشہ بن گیا ہے۔لیکن خاندان میں شادی کرنے کی صورت میں یہ مشکل مرحلہ آسان ہوجاتا ہے۔

دوسرا فائدہ:

خاندان میں شادی کرنے کی صورت میں شادی کے اخراجات میں کمی آجاتی ہیں۔صرف خاندان والوں کو کھانا کھلانا ہوتا ہے جب کہ خاندان سے باہر شادی کرنے کی صورت میں خاندان والوں کے ساتھ بارات میں آنے والوں کو بھی کھانا کھلانا پڑتا ہے۔

تیسرا فائدہ:

بچوں کی پیدائش پر ان کے عقیقے کے اخراجات بھی کم ہوتے ہیں۔صرف خاندان والوں کو کھانا کھلانا ہوتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

میاں بیوی کے درمیان بدگمانی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں کیوں کہ دونوں پہلے سے ایک دوسرے کی خصلت و کردار سے واقف ہوتے ہیں۔

پانچواں فائدہ:

دوہرا رشتہ ہونے کی بنا پر خاندان کے آپسی تعلقات مضبوط اور خوشگوار ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک لڑکا اپنی چچا زاد بہن سے شادی کرتا ہے تو اس کی چچا زاد بہن اس کی بیوی بن جاتی ہے اس کے چچا زاد بھائی اور بہن اس کے سالے اور سالیاں بن جاتی ہیں اور وہ ان کا بہنوئی بن جاتا ہے۔ اور اس لڑکے کا چچا اس کا سسر اور وہ اپنے چچا کا داماد بن جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے تعلقات اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔

خصوصاً خاندان میں شادی کرنا اس وقت بہت ضروری ہو جاتا ہے جب خاندان کا کوئی ایک شخص خاندان کے دوسرے شخص سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہتا ہو۔ اور رشتہ نہ جوڑنے پر ناراض ہو جاتا ہو۔ ایسی صورت میں اس رشتے کو منع کر کے، ان سے رشتہ توڑ کر خاندان سے باہر رشتہ جوڑنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

چھٹا فائدہ:

پیدا ہونے والے بچوں کو ڈھیر سارا پیار ملتا ہے مثال کے طور پر ایک لڑکا اپنی چچا زاد بہن سے شادی کرتا ہے تو ان سے پیدا ہونے والا بچہ اس لڑکے کے چچا کا نواسہ ہوگا اس کے چچا زاد بھائی بہنوں کا بھانجہ ہوگا اس کے برخلاف ایک لڑکا اپنی چچا زاد بہن کے علاوہ کسی دوسری لڑکی سے شادی کرتا ہے تو اس کے بچے کا اس لڑکے کے چچا سے یا اس کے چچا زاد بھائی بہنوں سے کوئی خاص رشتہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک لڑکا اپنی پھوپھی زاد بہن سے شادی کرتا ہے تو ان سے پیدا ہونے والا بچہ اس لڑکے کی پھوپھی کا نواسہ ہوگا اور پھوپھی زاد بھائی بہنوں کا بھانجہ ہوگا اور پھوپھی زاد بہن سے شادی نہ کرنے کی صورت میں اس سے پیدا ہونے والا بچے کا اس کی پھوپھی سے کوئی خاص رشتہ نہیں ہوگا۔ دیگر دوسرے رشتوں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

ساتواں فائدہ:

خاندان میں شادی کرنے کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شادی کے بعد بھی (عموماً) لڑکی کو اپنے والدین سے دور نہیں جانا پڑتا ہے اور شادی کے بعد بھی ماں باپ کی خدمت کا اس کے پاس موقع ہوتا ہے۔ اور اس کے بچوں کو نانا نانی اور ماموؤں کا پیار بھی ملتا ہے۔

آٹھواں فائدہ:

ایک ہی خاندان کے ہونے کی وجہ سے ان کی تہذیب وثقافت، عادات واطوار، پسند ناپسند، سونے جاگنے کے اوقات، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کے طریقے قدرے مشترک ہوتے ہیں اس لیے ان کی بنیاد پر ہونے والے آپسی نزاع اور ناچاقیوں کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

نواں فائدہ:

بہنوں کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ بہنوں کو وراثت میں حصہ نہ دینے کی ایک وجہ بھائیوں کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں ہمارا مال خاندان کے باہر چلا جائے گا، خاندان میں شادی کرنے کی صورت میں یہ خدشہ ختم ہو جاتا ہے۔

دسواں فائدہ:

طلاق کے امکانات کم ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر ایک لڑکا اپنی چچازاد بہن سے شادی کرتا ہے تو اس کا چچا اس کا سسر بن جاتا ہے اس طرح وہ طلاق دینے سے پہلے اپنے چچا کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوگا اور ممکن ہے چچا کے احترام میں اس کی بیٹی کو طلاق دینے سے باز آ جائے، جب کہ دوسری لڑکی سے شادی کرنے کی صورت میں یہ بات نہیں ہوگی۔ اسی طرح اس کی بیوی اس کے باپ کی بہو ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی بھتیجی بھی ہوگی جس کی وجہ سے وہ اپنے بیٹے کو اپنی بھتیجی کو طلاق دینے سے روکنے کی کوشش بنسبت اس صورت کے زیادہ کرے گا کہ جس صورت میں اس کی بہو صرف اس کی بہو ہوتی۔ دوسرے رشتوں کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

گیارہواں فائدہ:

بہو اور ساس سسر کے درمیان کی ناچاقیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک لڑکا اپنی چچازاد بہن سے شادی کرتا ہے تو اس لڑکے کی بیوی اس کے باپ کی بھتیجی ہوگی اور اس لڑکے کی ماں اس کے بیوی کی بڑی ماں ہوگی ایسی صورت میں وہ لڑکی ساس سسر کی خدمت کے حکم کا سہارا لے کر ان کی خدمت سے جی نہیں چرائے گی۔

بارہواں فائدہ:

خاندان میں پہلے سے بگڑے رشتے سنور جاتے ہیں مثال کے طور پر دو سگے بھائیوں کے درمیان قطع تعلقی اور ترک کلامی ہو اور دونوں کے بچے آپس میں شادی کرنے پر بضد ہو جائیں تو ان کی خوشی کے خاطر دونوں بھائیوں کو اپنے تعلقات کو خوش گوار بنانا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں خصوصاً خاندان کے بڑے بزرگ کو سمجھ بوجھ دکھانی چاہیے اور اپنے پوتے پوتیوں کی شادی کرا دینی چاہیے تا کہ اس کے اپنے بیٹوں کے بگڑے تعلقات سنور سکیں۔

خواتین قلمکار کے لیے ماہانہ مجلہ ”اہل السنہ“ ممبئی کی ایک جدید پیشکش

اَهْلُ السُّنَّة

Ahl Us Sunnah

اپریل ۲۰۲۶ء | April 2026

گوشۂ خواتین

فہرست

شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد (قسط اول)	ام محمد خوشنما مصلح الدین	41
معاشرے میں بے نمازی کا بڑھتا رجحان: اسباب وعلاج	صائمہ بنت محمد صغیر	46

ایڈیٹر: ام محمد خوشنما مصلح الدین حفظہا اللہ
(طالبہ ام القریٰ یونیورسٹی، مکہ مکرمہ سعودی عرب)

رابطہ نمبر برائے خواتین قلمکار
+91 -7045788737
ahlussunnah.ms@gmail.com

(قسط اول)

شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کے دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد

ام محمد خوشنما مصلح الدین (جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ)

تقویٰ دین اسلام کا مغز، شریعت کی روح اور ایک مومن کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، یہی وہ صفت ہے جو ایمان میں جان ڈالتی ہے، عبادات کو روح عطا کرتی ہے، اخلاق کو نکھارتی ہے، اور بندے کو اپنے رب سے قریب کردیتی ہے، تقویٰ وہ نورِ باطن ہے جو دلوں کو ظلمتِ غفلت سے نجات دیتا ہے اور بندے کو ہر لمحہ اللہ کی نگرانی کا احساس دلاتا ہے، یہی تقویٰ ہے جو انسان کو گناہوں سے روکتا ہے، اطاعت الٰہی پر ابھارتا ہے، دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے، درحقیقت تقویٰ ایمان کا وہ معیار اور میزان ہے، جس پر بندے کا ہر قول وعمل پرکھا جاتا ہے۔

تقویٰ کے لغوی معنیٰ بچنے اور پرہیز کرنے کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں اس کی سب سے جامع اور بلیغ تعریف امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: ”الخوف من الجليل، والعمل بالتنزيل، والقناعة بالقليل، والاستعداد ليوم الرحيل“۔ ”تقویٰ سے مراد جلیل (اللہ) سے ڈرنا، قرآن کے مطابق عمل کرنا، تھوڑے پر راضی رہنا، اور رختِ سفر (موت) کے دن کے لیے تیاری کرنا“۔[سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد للصالحي:۱/۴۲۱]

تقویٰ دل میں اللہ کے خوف اور احساسِ مراقبت کا نام ہے، جس کے باعث بندہ ہر اس قول وفعل سے بچتا ہے جو اللہ کو ناراض کرے، اور ہر اس عمل کی طرف لپکتا ہے جو اس کی رضا کا باعث ہو۔

دنیوی زندگی میں تقویٰ رزق میں کشادگی، مشکلات سے نکلنے کی راہ، اور دل کے سکون واطمینان کی ضمانت ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا. وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [الطلاق:۲-۳] ”اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو“۔

تقویٰ قیامت کے دن نجات کا ذریعہ اور جنت میں داخلے کا پروانہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ [القلم:۳۴] ”پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں“۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام کے تمام ارکان درحقیقت تقویٰ کے عملی مظاہر ہیں:

(۱) کلمۂ توحید اور تقویٰ: کلمۂ توحید "لا إله إلا الله" کو قرآن مجید میں کلمۃ التقویٰ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہی شرک سے بچنے اور عقیدہ کی درستگی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾ [الفتح: ۲۶] "اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقوے کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے"۔

(۲) نماز اور تقویٰ: نماز انسان کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے، جو تقویٰ کا عملی ثبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے نماز کو تقویٰ سے یوں جوڑا ہے، فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ. الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ﴾ [البقرة: ۲-۳] "اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں"۔

(۳) روزہ اور تقویٰ: روزے کا اصل مقصد ہی تقویٰ کا حصول ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳] "اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔

(۴) زکوٰۃ اور تقویٰ: زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے جو تقویٰ کا لازمی جزو ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ﴾ [اللیل: ۱۷-۱۸] "اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہوگا۔ جو پاکی حاصل کرنے کے لیے اپنا مال دیتا ہے"۔

(۵) حج و قربانی اور تقویٰ: حج کے سفر میں بہترین توشہ تقویٰ قرار دیا گیا: ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ﴿البقرة: ۱۹۷﴾ "سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو"۔

نیز قربانی کے جانوروں کا گوشت یا خون نہیں، بلکہ دل کا تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ﴾ [الحج: ۳۷] "اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے"۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ (جسے آیۃ البر کہا جاتا ہے) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر کامل ایمان، اور انفاق فی سبیل اللہ، نماز، زکوٰۃ، ایفائے عہد اور صبر جیسی عظیم صفات بیان کرنے کے بعد

فرمایا:﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾[البقرة: ۱۷۷] ''یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں''۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کمالِ ایمان اور اعمالِ صالحہ ہی درحقیقت تقویٰ کی بنیاد ہیں۔

اسی طرح احسان جو کہ دین کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، تقویٰ کے ساتھ لازم وملزوم ہے، تقویٰ محرمات سے بچنے کا نام ہے، اور احسان طاعات کو کامل ترین انداز میں بجالانے کا، قرآن مجید نے ان دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾[النحل:۱۲۸] ''یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے''۔

قرآن مجید میں تقریباً ستر چھوٹے بڑے اعمال کو تقویٰ سے جوڑا گیا ہے، جنہیں شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے اپنے ایک مختصر مگر نہایت مفید رسالے ''فوائد التقوى من القرآن الكريم'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اسی کتاب کی شرح چند روز قبل شیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ نے دروس کی شکل میں کی ہے، چنانچہ شیخ حفظہ اللہ کے انہی دروس سے مستفاد تقویٰ کے چند اہم فوائد درج ذیل ہیں:

(۱) تقویٰ قرآن سے ہدایت پانے کا ذریعہ ہے، اللہ نے فرمایا:﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[البقرة: ۲] ''اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں، متقیوں و پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے''۔ جبکہ ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ﴾[البقرة:۱۸۵] ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے''۔

پہلی آیت میں متقیوں کے لیے، جبکہ دوسری آیت میں لوگوں کے لیے کہا گیا، ان دونوں آیتوں میں آپس میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ اگرچہ قرآن مجید فی نفسہ تمام نوعِ انسانی کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے، لیکن ہر انسان اس سے ہدایت نہیں پاتا، بہت سے لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں، اس سے فیض اٹھانے والے صرف اہلِ تقویٰ ہی ہیں، وہ اس کی ہدایات اور رہنمائی سے صحیح معنوں میں مستفید ہوتے ہیں اور انہیں اپنی عملی زندگی کا حصہ بناتے ہیں۔

(۲) تقویٰ فلاح کے حصول کا سبب ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[البقرة: ۵] ''یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں''۔

فلاح کیا ہے؟ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ لفظِ فلاح دنیا اور آخرت کی تمام تر بھلائیوں کو سمیٹنے والا سب سے جامع لفظ

ہے، یعنی اہلِ تقویٰ ہی دنیا اور آخرت کی تمام تر بھلائیوں کو سمیٹنے والے ہیں۔

(۳) تقویٰ نصیحتوں کو قبول کرنے کی بنیاد ہے، کیونکہ تقویٰ سے سرشار دل ہی درحقیقت وہ دل ہیں جو نصیحتوں کو سن کر لرز اٹھتے ہیں، ان کا ان پر گہرا اثر ہوتا ہے، لہٰذا نصیحتوں اور مواعظ سے اصل فائدہ اہلِ تقویٰ ہی اٹھاتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ [البقرة: ٦٦] ''اسے ہم نے اگلوں پچھلوں کے لئے عبرت کا سبب بنادیا اور پرہیز گاروں کے لئے وعظ ونصیحت کا''۔

(۴) تقویٰ علم میں اضافے کا سبب ہے، شیخ رحمہ اللہ کی یہ عبارت نہایت دقیق ہے، انہوں نے کہا کہ یہ علم میں اضافہ کے اسباب میں سے ہے، یہ نہیں کہا کہ علم کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ علم تقویٰ پر مقدم ہے، جیسا کہ قدیم مقولہ ہے: ''جو جانتا ہی نہ ہو کہ کن چیزوں سے بچنا ہے، وہ بھلا تقویٰ کیسے اختیار کرے گا''؟

یعنی جس کے پاس علم نہیں، وہ تقویٰ اختیار ہی نہیں کرسکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ [محمد: ١٩] ''سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں''۔

یعنی علم، قول وعمل سے پہلے ہے، انسان اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اسے معلوم نہ ہو کہ کن باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ چنانچہ معلوم یہ ہوا کہ تقویٰ علم میں اضافہ کا سبب ہے، کیونکہ جو شخص موجودہ تقویٰ کے ذریعہ اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے علم کے دروازے کھول دیتا ہے، اس کا سینہ کشادہ کردیتا ہے، اس کے دل میں اہلِ علم کی مجالس سے محبت اور حصولِ علم کے مواقع میں رغبت پیدا کردیتا ہے، وہ اپنے وقت کو سیکھنے اور سکھانے میں بہتر استعمال کرتا ہے، گویا تقویٰ حصولِ علم میں اس کا بہترین مددگار بن جاتا ہے۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ محض تقویٰ سے علم انسان پر انڈیل دیا جاتا ہے، جیسا کہ بعض صوفی حضرات دعویٰ کرتے ہیں، وہ نہ تو علم سیکھتے ہیں، نہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، نہ علمی مجالس میں شرکت کرتے ہیں اور نہ ہی دین کا فہم حاصل کرتے ہیں، اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ متقی ہیں اور محض تقویٰ سے انہیں علمِ لدني (بلا واسطہ علم) حاصل ہوجائے گا، وہ اس آیتِ کریمہ: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ [البقرة: ٢٨٢] ''اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے''۔ سے غلط استدلال بھی کرتے ہیں، جبکہ اگر آیت کا مفہوم وہی ہوتا جو وہ سمجھتے ہیں، یعنی بغیر اسباب اپنائے محض تقویٰ اختیار کرنے سے علم خود بخود حاصل ہوجاتا ہے، تو فعل ''يُعَلِّمُكُمُ'' مجزوم آتا (جوابِ شرط کے طور پر)، لیکن یہاں پر مرفوع آیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ تقویٰ ہرگز علم کے حصول کے اسباب کو ترک کرنے کا نام نہیں۔

اس آیت سے دراصل یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو نرم اور اسے علم کے لیے آمادہ ومنشرح کر دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''إنَّما العِلمُ بالتَّعَلُّمِ''۔ ''علم تو سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے''۔[السلسلة الصحيحة:۳۴۲]

لہٰذا علم کا حصول اسباب اپنانے سے مشروط ہے، اور اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ علم بغیر کسی سبب کے اپنائے محض تقویٰ سے ایک دم انسان پر انڈیل دیا جائے گا۔

(۵) تقویٰ دشمن کے مکر وفریب سے حفاظت کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا﴾ [آل عمران:۱۲۰] ''تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا''۔

اللہ تعالیٰ دشمنوں کی سازشوں کو باطل کر دیتا ہے بشرطیکہ بندہ سچے دل سے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

(۶) صبر اور تقویٰ انسان کے عزم وثابت قدمی کی علامت ہیں، یعنی تقویٰ جب صبر کے ساتھ مل جاتا ہے، تو یہ انسان کے اندر پختہ ارادہ، استقامت اور نیکیوں پر ہمیشگی کا جذبہ پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ﴾[آل عمران: ۱۸۶] ''اور اگر تم صبر کرلو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے''۔

عزم کی پختگی کا ہونا بندے کی زندگی میں بہت اہم ہے، جیسا کہ دعائے ماثورہ میں ''العزيمة على الرشد'' (راہِ راست پر چلنے کا پختہ عزم) کا ذکر آیا ہے، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللَّهمَّ إنِّي أسألُكَ الثَّباتَ في الأمرِ والعزيمةَ على الرُّشدِ''۔ ''اے اللہ! میں ہر طرح کے نیک معاملات میں تجھ سے ثابت قدمی اور راست روی میں عزیمت کا سوال کرتا ہوں''۔[هداية الرواة:۹۱۵ صحيح لغيره]

کتنے ہی معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان کی بھلائی ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے آپ کو ان پر عمل کرنے کی قوت نہیں پاتا، اسے پورا یقین ہوتا ہے کہ اگر اس نے وہ کام کرلیا تو اسے بہت بڑی بھلائی حاصل ہوگی، لیکن اس کا عزم کمزور پڑ جاتا ہے، بعض اوقات کچھ لوگ کوئی بات سنتے ہیں، اس سے متاثر ہوتے ہیں، وہ انہیں اچھی لگتی ہے، پھر دو چار دن اس پر عمل بھی کرتے ہیں، پھر رک جاتے ہیں اور نیکی کرنا چھوڑ دیتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ ارادہ اور ہمت کی کمزوری ہے، چنانچہ معلوم ہوا کہ بندہ اس دعا ''العزيمة على الرشد'' کا کس قدر محتاج ہے، اور تقویٰ ہی وہ قوت ہے جو انسان کے عزم کو مضبوط کرتی ہے اور نیکیوں پر استقامت برتنے کا حوصلہ بخشتی ہے۔

جاری.........

معاشرے میں بے نمازی کا بڑھتا رجحان: اسباب و علاج

صائمہ بنت محمد صغیر

نماز اسلام کی وہ عظیم عبادت ہے جو بندے کو اس کے رب سے جوڑتی ہے، یہ محض چند حرکات وسکنات کا نام نہیں، بلکہ یہ بندگی، اطاعت، محبت اور خوفِ الٰہی کا عملی اظہار ہے، قرآنِ کریم کے مطابق نماز ذکرِ الٰہی ہے، اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ دین اسلام کا ستون ہے۔

نماز میں بندہ قیام کے ذریعے اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، رکوع میں اس کی عظمت تسلیم کرتا ہے، اور سجدے میں اپنی عاجزی و بندگی کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے، نماز انسان کے دل کو زندہ کرتی ہے، اس کے اخلاق کو سنوارتی ہے، اور اسے بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

نماز کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں:

اسلام میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سفر ہو یا حضر، امن ہو یا جنگ، تندرستی ہو یا بیماری کسی بھی حال میں نماز معاف نہیں کی گئی۔

قرآن مجید میں نماز کا حکم متعدد مقامات پر مختلف اسلوب میں آیا ہے، کبھی وقت کی پابندی کے ساتھ : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳] ”یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے“۔

تو کبھی کامیابی کا معیار بتاتے ہوئے:﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ [المؤمنون: ۱-۲] ”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں“۔

نیز حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رَأْسُ الأَمْرِ الإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ“ ”دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون (عمود) نماز ہے“۔ [سنن ترمذی: ۲۶۱۶، صحیح]

نماز کو مومن کی پہچان قرار دیا گیا ہے، نماز ہی کفر و اسلام میں فرق کرتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ“۔ ”بے شک آدمی اور شرک و کفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا ترک ہے“۔ [صحیح مسلم: ۸۲]

قیامت کے دن حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جائے گا: ”إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ“ ”قیامت کے دن لوگوں سے ان کے اعمال میں سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھ تاچھ کی جائے گی وہ نماز ہوگی“۔ [سنن ابی داود: ۸۶۴، صحیح]

غرض یہ کہ نماز وہ عبادت ہے جس کے بارے میں قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے، جو مومن کو کافر سے جدا کرتی ہے، جو قبر میں روشنی، دل کو سکون اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔

لیکن افسوس! آج اگر ہم دنیا بھر کے مسلمانوں پر نگاہ ڈالیں تو ایک تلخ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ مسلمان کے دن کی ابتدا اور انتہا ہر کام سے ہوتی ہے، سوائے نماز کے، موبائل فون کی اسکرین پر گھنٹوں انگلیاں چلتی رہتی ہیں، سوشل میڈیا کی دنیا میں وقت یوں بہہ جاتا ہے جیسے وقت کی کوئی قیمت ہی نہ ہو، کاروبار، ملازمت، دوستیاں، تقریبات اور تفریح ہر چیز کے لیے وقت ہے، مگر جب اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو یہی مسلمان وقت کی تنگی کا رونا رونے لگتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ نماز اب زندگی کا حصہ نہیں رہی، بلکہ ایک بوجھ بن چکی ہے، جسے دل چاہے تو اٹھالیا، ورنہ چھوڑ دیا۔

یہ کیسا المیہ ہے کہ جو نماز ہمیں اللہ سے جوڑتی ہے، جو ہمیں گناہوں سے روکتی ہے، جو ہمیں سکون اور وقار عطا کرتی ہے، اسی نماز کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں!، ہم فجر کے وقت نیند کے غلام بن جاتے ہیں، ظہر وعصر میں مصروفیت کا بہانہ، مغرب میں تھکن کا عذر، اور عشاء میں سستی کا سہارا لے لیتے ہیں۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے　　　　یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کے معاشرے میں بے نمازی کا رجحان خطرناک حد تک فروغ پا چکا ہے، یہ محض چند افراد کی ذاتی غفلت کا نام نہیں رہا، بلکہ ایمان کی کمزوری اور فکری زوال کا ایک ہمہ گیر اجتماعی المیہ بن چکا ہے۔

بے نمازی کے اسباب:

(۱) دینی تعلیم اور علمِ دین کا فقدان: بے نمازی کا سب سے پہلا اور بنیادی سبب دینی تعلیم اور علمِ دین کی کمی ہے، جو انسان یہ نہیں جانتا کہ نماز کیوں فرض کی گئی، اس کی حقیقت کیا ہے، اور اللہ کے نزدیک اس کا مقام کیا ہے، وہ نماز کو زندگی کی ترجیح نہیں بنا سکتا، علم کے بغیر عبادت محض ایک رسم بن جاتی ہے، اور رسمیں وقتی مشاغل اور دنیاوی مصروفیات کے دباؤ میں سب سے پہلے ترک ہو جاتی ہیں۔

علمِ دین کی کمی کے نتیجے میں انسان کے دل میں خشیتِ الٰہی ماند پڑ جاتی ہے، آخرت کے حساب کا خوف ختم ہو جاتا ہے، اور فرائض کی قدر و قیمت ذہن میں قائم نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر:۹] ''کہہ دو! کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں؟''۔

اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [فاطر: ۲۸] ''اللہ سے ڈرنے والے صرف وہی ہیں جو علم رکھتے ہیں''۔

یہ واضح پیغام ہے کہ علم کے بغیر خشیت اور عبادت کی حقیقت ممکن نہیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين''۔ ''اللہ جس کے لیے بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے''۔ (متفق علیہ)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ انسان کو صحیح ایمان اور عمل کی طرف لے جاتی ہے۔

(۲) ایمان کی کمزوری: بے نمازی کا دوسرا بنیادی سبب ایمان کی کمزوری اور کلمۂ ایمان کی بے حرارتی ہے، بہت سے لوگ یہ جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے، لیکن ان کے دل میں وہ حرارت اور یقین موجود نہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی خصوصیت تھی۔

ایسا انسان نماز کو محض ایک رسمی فریضہ سمجھتا ہے، اور اسے بوجھ کے طور پر ادا کرتا ہے، ایمان کی کمزوری کے نتیجے میں اللہ کی عظمت دل سے اوجھل ہو جاتی ہے، خشیتِ الٰہی مدھم پڑ جاتی ہے، اور آخرت پر یقین دھندلا جاتا ہے۔

(۳) مادہ پرستی: آج کا انسان معاشی دوڑ میں اتنا مگن ہے کہ اسے ''حی علی الفلاح'' (آؤ کامیابی کی طرف) کی صدا سنائی نہیں دیتی، اس نے کامیابی کا معیار صرف دولت کو بنا لیا ہے، جبکہ حقیقی فلاح نماز میں تھی۔

(۴) جدید ٹیکنالوجی اور وقت کا ضیاع: سوشل میڈیا اور موبائل ایپس نے انسان کے اعصاب کو اتنا تھکا دیا ہے کہ وہ جسمانی طور پر عبادت کے لیے خود کو تیار نہیں پاتا، راتوں کو دیر تک جاگنا نمازِ فجر کے ضیاع کا سب سے بڑا سبب بن چکا ہے۔

(۵) تربیت کا فقدان اور لبرل طرزِ فکر: جدید تعلیمی اداروں میں دین کو ایک ثانوی حیثیت دے دی گئی ہے، والدین بچوں کے گریڈز (Grades) کے لیے تو فکر مند ہوتے ہیں، لیکن ان کے سجدوں کے لیے ان کی آنکھیں نم نہیں ہوتیں۔

(۶) صحبتِ بد: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اسی لیے جب دوستی کے حلقوں میں نماز کا ذکر نہیں ہوتا، تو تنہا انسان بھی سستی کا شکار ہو جاتا ہے۔

بے نمازی کا فرد و معاشرہ پر اثرات:

بے نمازی محض ایک عبادت کے ترک کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا خاموش زہر ہے جو آہستہ آہستہ فرد کے ایمان، کردار اور معاشرے کی روح کو کھوکھلا کر دیتا ہے، نماز چونکہ بندۂ مومن اور اس کے رب کے درمیان زندہ تعلق کی

علامت ہے، اس لیے جب یہ تعلق کمزور پڑ جاتا ہے تو زندگی کا پورا نظام بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے:

(۱) دینی و روحانی اثرات: نماز دلوں کی زندگی اور روح کی غذا ہے، جب انسان اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کا دل غفلت کی تاریکیوں میں ڈوبنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد جو دلوں کے اطمینان کا واحد ذریعہ ہے، کمزور پڑ جاتی ہے اور روحانی سکون رخصت ہو جاتا ہے۔﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ [الرعد:۲۸] ''یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے''۔

قرآنِ مجید نے واضح کیا ہے کہ دلوں کا چین صرف اللہ کے ذکر میں ہے، مگر بے نمازی اس خزانے سے خود کو محروم کر لیتا ہے، رفتہ رفتہ دل کی نرمی سختی میں بدل جاتی ہے، آنکھوں سے ندامت کے آنسو خشک ہو جاتے ہیں اور ایمان کی حرارت سرد پڑنے لگتی ہے۔

(۲) اخلاقی اثرات: نماز انسان کے لیے ایک مضبوط اخلاقی حصار ہے جو اسے بے حیائی، برائی اور گناہ کے راستوں سے روکے رکھتی ہے، جب یہ حصار ٹوٹ جاتا ہے تو نفس کو کھلی چھوٹ مل جاتی ہے، پھر جھوٹ سچ بننے لگتا ہے، بد دیانتی ہوشیاری سمجھی جاتی ہے اور ظلم معمول کا عمل بن جاتا ہے۔

بے نمازی کے قول و عمل میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے، اس کا کردار وزن کھو بیٹھتا ہے اور اس کی شخصیت اعتماد سے خالی ہو جاتی ہے، کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف نہ رہے وہاں اخلاق کی بنیاد بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

(۳) نفسیاتی اثرات: نماز سکونِ قلب کا چشمہ ہے، بے نمازی بظاہر ہنستا مسکراتا نظر آتا ہے، مگر اس کے اندر ایک خلا، ایک بے نام سی بے چینی اور اضطراب پل رہا ہوتا ہے، دنیا کی کامیابیاں، مال و دولت اور تفریحی مشاغل بھی اس خلاء کو پُر نہیں کر پاتے، کیونکہ روح کو جس سکون کی طلب ہوتی ہے وہ صرف سجدے میں ہی ملتا ہے۔

جب نماز چھوٹتی ہے تو ضمیر کی آواز مدھم پڑ جاتی ہے، گناہ پر شرمندگی کم ہو جاتی ہے اور انسان رفتہ رفتہ بے حسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴) معاشرتی اثرات: بے نمازی کا اثر فرد سے نکل کر معاشرے تک پھیل جاتا ہے۔ جب ایک بڑی تعداد نماز سے غافل ہو جائے تو معاشرتی اقدار بھی دم توڑنے لگتے ہیں۔ امانت، دیانت، انصاف اور باہمی احترام جیسے اوصاف کمزور پڑ جاتے ہیں۔

نماز وقت کی پابندی، نظم و ضبط اور اجتماعیت کا درس دیتی ہے، اس کے فقدان سے معاشرے میں بے ترتیبی، انتشار اور اخلاقی زوال جنم لیتا ہے، اور یوں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو ظاہری ترقی کے باوجود باطنی طور پر کھوکھلا ہوتا ہے۔

(۵) آخرت کے اثرات: بے نمازی کا سب سے ہولناک اثر آخرت میں ظاہر ہوگا، احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مطابق قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں کیا جائے گا، اگر یہ بنیاد کمزور نکلے تو باقی اعمال کا وزن بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

یوں بے نمازی نہ صرف اپنی دنیا کی برکتوں سے محروم ہوتا ہے بلکہ اپنی آخرت کو بھی شدید خسارے میں ڈال دیتا ہے، اور یہ خسارہ ایسا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

علاج اور عملی تجاویز:

(۱) محبتِ الٰہی کا احیاء: اللہ سے محبت کا درس دیا جائے، لوگوں کو بتایا جائے کہ نماز بوجھ نہیں بلکہ اپنے محبوب خالق سے ملاقات کا نام ہے، اس جذبے کو بیدار رکھنے کے لیے روزانہ نماز کی فضیلت واہمیت پر مشتمل کتب کا مطالعہ ضرور کریں۔

(۲) گھر کو مسجد بنانا: والدین اپنے بچوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں، مائیں بھی نمازوں کی پابندی کریں اور باپ بھی نوافل گھر میں پڑھنے کی عادت ڈالیں، ساتھ ہی بچوں کی ترغیب کے لیے گھر میں ایک ''نماز ڈائری'' بنائی جائے جہاں بچے اپنی نمازوں کا ریکارڈ رکھیں اور ہفتے کے آخر میں انہیں چھوٹا موٹا انعام دیا جائے۔

(۳) تعلیمی اداروں کے ذریعے نماز کی عملی تربیت: سکولوں اور کالجوں میں ظہر کی نماز کو نصاب کا حصہ بنایا جائے اساتذہ خود طلبہ کی صف میں کھڑے ہوں تا کہ ''عزتِ نفس'' کے بجائے ''بندگی'' کا احساس پیدا ہو۔

(۴) مساجد کے ذریعے نوجوانوں کی تربیت: امامِ مسجد مصلیان سے گہرے تعلقات بنائے اور ان کو مساجد سے جوڑے رکھنے کی کوشش کریں، وعظ ونصیحت کی مجالس اور دیگر جائز سرگرمیوں کے ذریعے مسجد کو نوجوانوں کے لیے کشش کا مرکز بنایا جا سکتا ہے۔

(۵) ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال: موبائل فون میں ایسے Alarms اور Apps انسٹال کیے جائیں جو نہ صرف وقت بتائیں بلکہ نماز کی فضیلت کے پیغامات بھی دیں۔

خلاصہ: نماز دین کا ستون اور ایمان کی علامت ہے، اس کا قیام فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کا ضامن ہے، بے نمازی کا بڑھتا ہوا رجحان ایک خطرناک رجحان ہے جسے روکنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر موثر اقدامات کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں، ہماری نسلوں کو، والدین، اساتذہ اور تمام مسلمانوں کو نماز کا پابند بنائے، ہمارے دلوں میں محبت وخشیت بھر دے، اور ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔ آمین یارب العالمین

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ہیلپ لائن

IIC HELPLINE

WhatsApp Helpline No. — واٹس ایپ ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 18 82

مذکورہ نمبرات پر اسلام کے متعلق کوئی بھی سوال (تحریری، آڈیو، ویڈیو) میں پوچھیں اور دلیل کے ساتھ جواب حاصل کریں۔

Send Your islamic (Text,Audio,Video) Questions & Get Authentic Reply With References.

Phone Helpline No. — فون ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 18 82

مذکورہ نمبرات پر فون سے رابطہ کریں اور اسلامی سوالوں کے جواب حاصل کریں۔

Call On These Numburs For islamic Questions & Get Authentic Reply

Fatawaa — فتاویٰ

وراثت، نکاح، طلاق، خلع و دیگر اہم مسائل کے تحریری فتاوے حاصل کریں،

تحریری سوالات بدست دیں یا بذریعہ ایمیل یا ڈاک بھیجیں۔

Send Your Written Questions By Hand/Post/Email & Get Written Fatawa On Virasat, Nikah, Talaq, Khula Etc... (Email : iicmumbaifatwa@gmail.com)

Time : 10:30A.M To 09:00P.M

Please Don't Call during Namaz Time

Friday Closed

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noor Jahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کی مطبوعات

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں : 70457 88254

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Managed by : **ILM Foundation**

Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post

Printed, Published & Owned By: Saad Khalid Patel | Printed at: Alwan Prints, A1/215, Shah & Nahar Industrial Estate, S.J Marg, Lower Parel (West), Mumbai - 400013., Published at: 106, Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai-400010
Editor: Shaikh Kifayatullah Sanabili Mobile: 8657458182